عالم الغیب کون

رب العالمین یا رحمۃ للعالمین؟

نور محمد آرکانی

انتساب

مادرِ علمی جامعہ اشرف العلوم کیوکٹو جالیہ پارہ (آرکان) کے نام جس کے ابتدائی علوم کے ذریعہ میرے اندر کچھ شعور پیدا ہوا۔

اور

ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ، دلوں کی دھڑکن ''دارالعلوم دیوبند'' اور ''دارالعلوم وقف دیوبند'' کے نام جس کی آغوش میں رہ کر فرقۂ ضالّہ کے رَد میں کچھ لکھنے اور بولنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

اور

اپنے مشفق والدین کے نام جن کی کوشش اور دعاؤں کے نتیجے میں دارالعلوم دیوبند جیسی درسگاہ سے فیض حاصل کرنے کی سعادت ملی۔

اور

ان مؤلفین کے نام جن کی کتابوں کے توسط سے حق کو باطل سے امتیاز کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

نور محبوب آرکانی

۸/رجب ۱۴۳۸ھ

پیش لفظ

الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین حمد الشّاکرین والصّلاۃ والسّلام
علٰی خیر البریّۃ محمّد وّاٰلہٖ الطّیّبین الطّاھِرین، أمّابعد!

جب سالِ ششم میں دارالعلوم وقف دیوبند کے ''احقاقِ حق و ابطالِ باطل'' شعبۂ مناظرہ میں شریک تھا، تب سے دل میں یہ خواہش تھی کہ مسئلۂ علمِ غیب کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ جمع کروں؛ چنانچہ اِسی خواہش کے پیشِ نظر شعبۂ مناظرہ کے ہفتہ واری پروگرام میں پابندی کے ساتھ شرکت کرتا تھا اور جب سالِ ہفتم میں قدم رکھا تو مشکوٰۃ شریف کے درس میں اگر کوئی حدیث اس موضوع کے متعلق نگاہ سے گزرتی تو فوراً کاپی میں نوٹ کرلیتا، یہاں تک کہ بحمد اللہ اِمسال دَورہ حدیث شریف کے اختتام تک دلائل کی ایک وافر مقدار جمع ہوگئی، جو آپ کے پیشِ خدمت ہے۔

اِس رسالہ میں قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے یہ ثابت کرنے کی حسبِ استطاعت کوشش کی گئی ہے کہ جمیع ما کان وما یکون کا عالم صرف اور صرف رب العالمین ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی ہستی جمیع ما کان وما یکون کا عالم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اطلاع علی الغیب، اُنباء الغیب اور اظہار الغیب کے ذریعہ آپ ﷺ کو جتنے علوم سے نوازا وہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیے گئے ہیں اور فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٍ کے مصداق آپ علیہ السلام ہی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود نہ تو آپ ﷺ جمیع ما کان وما یکون کے عالم ہیں اور نہ کلی غیب پر مطلع ہیں، قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر یہ مسئلہ صراحت سے بیان کیا گیا ہے جیسا کہ عنقریب آنے والا ہے کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور ساتھ ہی اس کی تائید میں حضرات صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، تبع تابعین کرام، محدثینِ کرام، مفسرین کرام اور فقہائے کرام رحمہم اللہ کے واضح اور صاف صاف اقوال بھی موجود ہیں؛ لیکن ان تمام ٹھوس حقائق کے باوجود ایک مخصوص طبقہ کا دعویٰ ہے کہ ''جناب رسول اللہ ﷺ کو ابتدائے آفرینش سے لے کر الیٰ یوم القیامۃ اور پھر دخولِ جنت وجہنم تک کے کلی علمِ غیب (یعنی شروع سے لے کر آخر تک ذرّے ذرّے کا علم) عطا کیا گیا ہے۔

الغرض! اس رسالہ میں اِس مخصوص طبقہ کے دعویٰ کے رَد میں قرآنِ کریم واحادیثِ مبارکہ سے چند دلائل جمع کر دیے گئے ہیں، تاکہ تشنگانِ علم ومتلاشیانِ حق وصداقت اس سے نفع اُٹھا سکیں۔

آخر میں، میں اپنے ان تمام ساتھیوں اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہر لمحہ میری رہنمائی اور دستگیری کی اور کبھی اکیلے پَن کا احساس ہونے نہیں دیا اور جنہوں نے اس رسالہ کو منظر عام پر لانے کے لیے قیمتی مشورے دیے اور بے حد کوششیں کیں، ان ساتھیوں اور بھائیوں میں سب سے پہلے مولانا جلال الدین حفظہ اللہ اور محترم مولوی محمد جنید حفظہ اللہ، میرے برادر مولوی قادر حسین حفظہ اللہ اور مہربان من میرے بڑے بھائی مولوی ومفتی شمس العالم حفظہ اللہ اور مولوی روح الامین حفظہ اللہ ہیں، جنہوں نے قدم قدم پر میری ہمت افزائی کی اور ان تمام بھائیوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بقدرِ ضرورت اور موقع بہ موقع، وقتاً فوقتاً قیمتی مشورے دیے ہیں، خصوصاً میرے بھائی نُور عالم حفظہ اللہ مقیم مدینہ منورہ ہیں، جنہوں نے اِس کتاب کو منظر عام پر لانے کے لیے میرا ہر طرح تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اِن سب کو دینی خدمات کے لیے قبول فرمائیں۔ (آمین)

اللہ کرے یہ رسالہ قارئین کے لیے تسکینِ قلب اور راحتِ جان ثابت ہو، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو شرفِ قبولیت سے نواز کر ذریعۂ نجات بنائیں۔ (آمین)

قارئینِ کرام! بندہ کی تنگ نظری اور ناتجربہ کاری کی بنا پر قدم قدم پر غلطیاں نظر آئیں گی؛ اس لیے قارئین سے مخلصانہ گزارش ہے کہ بندہ کو ''اَلْاِنْسَانُ مَرْکَبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ'' پر محمول کرتے ہوئے لوجہ اللہ مطلع کردیں اور اپنی صالح دعاؤں میں بندہ کو نہ بھولیں۔

محتاجِ دعاء

نور محبوب بن نور محمد اَرکانی (برما)

متعلم دارالعلوم دیوبند

۲۷/جون ۲۰۱۶ء مطابق ۲۱/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

○❖○

پسند فرمودہ

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی دامت فیوضہم

اُستاذِ حدیث و نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلي علی رسوله الکریم، وبعد!

اہلِ علم مختلف انداز سے ملّت کی برابر خدمات انجام دے رہے ہیں، خاص کر فرقِ باطلہ وضالّہ کے سلسلے میں لوگوں کے رُشحات قلم اس دور میں بہت سامنے آئے، جس سے نئی نسل مستفید ہورہی ہے۔

چنانچہ ملّت کا درد رکھنے والے علماء مختلف علوم وفنون کی تسہیل کررہے ہیں، اسی طرح کی خدمات دارالعلوم دیوبند کے ہونہار طالبِ علم عزیزم مولوی نورمحبوب اَرکانی سلّمہ اللہ نے اس رسالہ کی شکل میں انجام دی ہے، بندے نے جستہ جستہ نظر ڈالی، ماشاءاللہ رسالہ ''عالم الغیب کون ہے رب العٰلمین یا رحمۃ للعالمین'' کو موصوف نے نہایت عرق ریزی سے مرتب کیا ہے، اور ہر بات باحوالہ پیش کی گئی اُمید ہے کہ اہلِ علم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول عام عطا فرمائے اور مؤلف سلّمہ کو مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے آمین ثم آمین،

خیرخواہ

عبدالخالق سنبھلی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۹/ ذی القعدہ ۱۴۳۷ھ

کلماتِ دعائیہ

حضرت مولانا مفتی شریف خان قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دارالعلوم زکریا دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم.

اِس کرۂ ارضی پر حق و باطل کی آپسی خانہ جنگی روزِ اوّل سے جاری ہے، اور اس اختلاف و انتشار کی تاریخ اتنی ہی پُرانی اور قدیم ہے جتنی خود انسانیت کی تاریخ قدیم اور پرانی ہے، اس ارض وسماء نے کبھی شیعہ سنی کا اختلاف دیکھا، کبھی اس کی فضاء مقلدین اور غیر مقلدین کے اختلاف سے مکدّر ہوئی، کبھی یہ دنیاء فانی دیوبندی اور بریلوی کے اختلاف کی آماج گاہ بنی وغیرہ۔ الغرض اختلاف اس دنیاء دنی کی سِرشت اور طبیعت ہے، جب اس کی فطرت ہی میں اختلاف ہے تو اس میں رہائش پذیر اقوام اور لوگوں میں اختلاف کا ہونا ایک بدیہی اور ظاہری امر ہے پھر کبھی یہ اختلاف کرنے والے حق پر ہوتے ہیں اور کبھی باطل پر۔

قرآن وسنت کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امت میں دوقسم کے اختلافات رونما ہوئے ہیں (۱) اجتہادی اختلاف (۲) نظریاتی اختلاف۔ اجتہادی اختلاف تو صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے مابین واقع ہوا، جو آج حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی اختلاف کے نام سے مشہور ہے اور اس اختلاف کی طرف اشارہ بنو قریظہ کی بستی میں پہونچ کر عصر پڑھنے کا حکم ہے، جس کا تذکرہ مفصلاً بخاری شریف میں موجود ہے اور نظریاتی اختلاف کی طرف بھی اشارہ حدیث پاک میں موجود ہے۔

چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے: بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم میں جائیں گے۔ عرض

کیا گیا یا رسول اللہ! یہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا: ''ما أنا علیه و أصحابي'' جو لوگ اس راستے پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

ہمارے اور بریلوی مکتبِ فکر کے مابین جو اختلاف ہے اس کا تعلق نظریاتی اختلاف سے ہے، چند اہم نظریاتی اختلاف یہ ہیں (۱) آپ علیہ الصلاۃ والسلام نُور تھے یا بشر؟ (۲) آپ علیہ الصلاۃ والسلام عالم الغیب تھے یا نہیں؟ (۳) آپ علیہ الصلاۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناضر ہیں یا نہیں؟ (۴) آپ علیہ الصلاۃ والسلام مختارِ کل ہیں یا نہیں؟ وغیرہ۔

پیشِ نظر کتاب (عالم الغیب کون ہے رب العالمین یا رحمۃ للعالمین؟) انہیں مسائل میں سے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں یا نہیں؟ کے عنوان پر ہے، جس میں قرآن وحدیث اور اقوالِ علماء کی روشنی میں علماء اہلِ سنت والجماعۃ یعنی علماء دیوبند کے عقیدہ کو بالتفصیل واضح کیا گیا ہے، علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علوم عطاء کیے جو کسی مقدس نبی اور کسی مقرب فرشتے کو عطا نہیں کیے گئے؛ بلکہ تمام اوّلین وآخرین کے علوم آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے دریاءِ علم کا ایک قطرہ ہیں؛ لیکن اس کے باوجود آپؐ عالم الغیب نہیں ہیں۔ ہم علماءِ دیوبند کا عقیدہ ہے کہ جس طرح ساری کائنات کے علوم کو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے علومِ مقدسہ سے کوئی نسبت نہیں، یہی حیثیت آپ کے علوم کی حق تعالیٰ کے علمِ محیط کے مقابلہ میں ہے، موصوف مرتب مولانا نور محبوب ارکانی متعلم دارالعلوم دیوبند ایک ہونہار، صالح، باکمال اور ملنسار طالبِ علم ہیں، موصوف نے بے پناہ محنت اور عرق ریزی سے اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے، بندہ عدیم الفرصتی اور گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے چیدہ چیدہ مقام ہی دیکھ سکا، بندہ کی نظر میں موصوف مرتب محنت میں صد فیصد کامیاب ہیں۔ اللہ رب العزت موصوف کی اِس محنت اور علمی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، مزید علمی وعملی ترقی نصیب فرمائے۔

محمد شریف خان قاسمی
مہتمم دارالعلوم زکریا دیوبند

تقریظ

حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اُستاذ حدیث و مہتمم جامعہ اشرف العلوم جالیہ پارہ، کیوکٹو

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. أما بعد!

آج کل کہ پُرفتن دَور میں طرح طرح کے نظریات و عقائد پھیلے ہوئے ہیں، ایسے حالات میں ''ما أنا علیه وأصحابه'' کی جو تفسیر امت کے سوادِ اُعظم نے فرمائی ہے، وہ عقائد اہلِ سنت والجماعۃ کے نام سے معروف ہیں۔ ہمارے مدرسہ کے ایک طالبِ علم عزیزم مولوی نور محبوب سلمہ اللہ کے مرتب کردہ رسالہ ''عالم الغیب کون ہے؟ رب العالمین یا رحمۃ للعالمین''، میں عقائد اہلِ سنت کو واضح کرتے ہوئے ان کے دلائل بھی قرآن وسنت اور سلفِ صالحین کے اقوال کی روشنی میں پیش کیے ہیں، اور ان نظریات کی تردید بھی فرمائی ہے جو اہلِ سنت کے سوادِ اُعظم سے مطابقت نہیں رکھتے، ان میں سے بعض وہ نظریات ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتے ہیں، جیسے آپ علیہ السلام کو عالم الغیب، حاضر وناظر ماننا وغیرہ۔

مؤلف موصوف نے ان نظریات کو تفصیل اور حوالوں کے ساتھ بیان کر کے ان کے مقابلے میں اہلِ سنت کے صحیح عقائد، افکار اور احکام کو دلائل کے ساتھ با حوالہ مؤید کیا ہے۔

مجھے اپنے اسفار و اشغال کی وجہ سے کتاب کو مکمل طور پر دیکھنے کا موقع تو نہ مل سکا؛ لیکن ایک معتد بہ حصہ دیکھنے کی توفیق ہوئی ہے اور اُسے میں نے قارئین کے لیے نہایت مفید پایا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنا کر اُسے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا ذریعہ بنائیں اور فاضل مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ (آمین)

احقر ظہیر الدین عفی عنہ

خادم اشرف العلوم

۱۴ر شوال ۱۴۳۹ھ

اظہارِ مسرت

حضرت مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب دامت فیوضہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم زکریا دیوبند

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم. أمّا بعد!

اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر منتخب کیا، خاتم النبیینؐ ہونے کے ناطے انہیں جزئیات کے ساتھ ساتھ اُصول دے کر مبعوث فرمایا اور قیامت تک کے لیے اسلام کو کامل و اکمل بنادیا، آپ علیہ السلام سے اس دین کامل کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لیا، جنہوں نے پوری ذمہ داری اور جدوجہد سے حضرات تابعین تک پہنچایا اور طبقہ در طبقہ یہ دین اسلاف واکابرینِ امت کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے، دینِ کامل میں اگر کسی نے اضافہ یا کمی کی کوشش کی اور الحاد و بدعت کا ارتکاب کیا تو علماءِ حقّہ خصوصاً علماءِ دیوبند نے بروقت ان کی تردید کر کے دینِ متین کو ان آلودگیوں سے محفوظ کیا۔

عصر حاضر میں پائے جانے والے فتنوں میں ایک فتنہ بدعات ورسومات اور خالق کے صفت خاصہ میں مخلوق کو شریک اور برابر کرنے کا بھی ہے، جو عقائد واعمال میں ادلۂ اربعہ اور اسلاف واکابرینِ امت کے منہج سے ہٹا ہوا ہے۔ زیر نظر کتاب ُعالم الغیب کون ہے رب العالمین یا رحمۃ للعالمین؟'' اس کفریہ عقیدہ پر ایک عمدہ اور اَچھوتی تحریر ہے، جسے عزیزم مولوی نور محبوب سلمہ اللہ متعلم دار العلوم دیوبند نے ترتیب دیا ہے، جو اس موضوع پر ایک لاجواب اور علمی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس رسالہ کو اہلِ بدعت کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے اور مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مزید علمی، دینی خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین

محمد سمیع اللہ

۱۱؍شوال ۱۴۳۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا حسین احمد مظاہری دامت برکاتہم

استاذ حدیث و ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرف العلوم جالیہ پارہ کیوکٹو

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ العلی الأکرم ألذي علم بالقلم علم الإنسان مالم یعلم والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسوله النبی الأمی الأعظم ألذی اعطی جوامع الکلم وینابیع الحکم وعلی اله وصحبه الذي قاموا ببلاغ الدین القیم إلی جمیع الأمم.

أما بعد فقد طالعت هذه الرسالة في بعض مواقعها فوجدتها ماشاءاللّٰه مفیدة للأمة المرحومة اللهم تقبلها بقبول حسن واجعلها زخیرة للآخرة للمؤلف العزیز.

حسین احمد مظاہری

عمید التعلیم للجامعة الاسلامیہ اشرف العلوم

کیوکتو. جالیہ فارا. اراکان

میانمار.

۱۷ رشوال المکرم ۱۴۳۹ھ

تصدیق

حضرت مولانا طارق انور قاسمی

استاذ دار العلوم زکریا

اَلحمدللہ وحدہ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ، امابعد

میرے سامنے ایک کتاب ہے ''عالم الغیب کون ہے رب العالمین یا رحمۃ للعالمین'' اس کے اندر علمِ غیب کے متعلق قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماء عظام کو جمع کیا گیا ہے اور واقعی اس کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے سامنے ان کو لایا جائے، کیونکہ کچھ لوگوں نے اس موضوع کو منتشر کیا ہے تو عزیزِ من نور محبوب اُرکانی سلّمہ اللہ جو کہ ایک محنتی طالبِ علم ہے انہوں نے اس سلسلے میں یہ کوشش کی ہے احقر نے مذکورہ کتاب کو من وعن بغور پڑھا اور احقر کو بڑی خوشی میسر ہوئی،

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت نوازے اور امت کو اس سے بے حد فائدہ پہنچائے، (آمین)

محمد طارق انور قاسمی بنیہڑوی

استاذِ ادب دار العلوم زکریا دیوبند

۲۶/ذی القعدہ سنہ ۱۴۳ھ

○❖○

مقدمہ

الحمد للّٰہ والصّلٰوۃ والسّلام علٰی سیّدنا محمّد خیر البریّۃ
وعلٰی اٰلہ وصحبہ أولی الھدایۃ والأفضلیۃ. أمّا بعد!
قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ
اِلَّا اللّٰہُ. (الآیۃ)

ہم سب کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے حبیب امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بہت سی خصوصیات و کمالات سے نوازا، وہیں علوم کے جتنے کمالات و درجات تھے اور جو چیز نبوت کی شایانِ شان ہوسکتی تھی وہ سب کچھ اپنے حبیب ﷺ کو عطاء کردی اور جو نبوت کی شایانِ شان اور لائق نہیں تھی وہ نہیں عطاء کی، ہم سب یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے بعد اگر کسی کو علم ہے تو وہ ذات نبی ﷺ کو ہے، کوئی ایسا علم آپ سے دُور نہیں رکھا گیا، جو آپ کے منصبِ نبوت کے لیے ضروری تھا اور جو منصبِ نبوت، شانِ نبوت کے لائق نہیں اللہ نے اسے آپ کو عطا نہیں کیا، جیسے: شعر کا علم نہیں دیا گیا، نجوم، جادو، غیب اور کہانت کا علم نہیں دیا گیا؛ کیونکہ یہ منصب نبوت کے خلاف ہے، قرآن اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ.

قارئین! علماء دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں، آپ جمیع ما کان وما یکون کے عالم نہیں ہیں؛ کیونکہ عالم الغیب ہونا یہ صفتِ خداوی ہے اور صفتِ خداوندی میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور نہ کسی کو شریک کیا جاسکتا ہے، خواہ نبی ہو یا ولی، قطب ہو یا ابدال۔

غیب کہتے ہیں ایسا علم جو انسان کے حواسِ خمسہ کے ذریعہ حاصل نہ ہو اور انسان کے جاننے کے ذرائع سے پوشیدہ ہو جیسا کہ تفسیر بیضاوی (ج ر ۱، ص ر ۸۱) میں موجود ہے؛ چنانچہ اگر اسے جاننے کے لیے کوئی ذریعہ درمیان میں آ گیا تو وہ غیب نہیں رہے گا۔ جیسے: کرکٹ کھیلا جا رہا ہے؛ لیکن ہمیں کیا پتہ کس نے چھکا مارا؟ کس نے چوکا مارا؟ اور کس نے گیند پھینکی؟ ہم ٹیلی ویژن پر دیکھتے ہیں یا کوئی مخبر آ کر خبر دیتا ہے اور ہم اس (ٹیلی ویژن یا مخبر کی خبر) سے غیب پر مطلع ہو گئے؛ لیکن درمیان میں سبب اور ذرائع موجود ہے؛ اس لیے اس کو غیب نہیں کہا جائے گا اور کوئی کہتا بھی نہیں، جبکہ اللہ کا علم اسباب و ذرائع کا محتاج نہیں ہے، کائنات کے ذرّے ذرّے کا اُسے علم ہے اور درمیان میں کوئی سبب نہیں ہوتے وہ ذاتی طور پر جانتا ہے۔

الغرض! ہر نبی دنیا میں جس کام کے لیے مبعوث ہوتا ہے اس کے لیے جتنے علوم و فنون اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اُسے عطاء کیے جاتے ہیں اور امورِ غیبیہ پر مطلع کیا جاتا ہے، ان انبیاء میں حضور ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جو ساری انسانیت کے لیے اور تا قیامت سارے زمانوں کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں، اسی حساب سے آپ علیہ السلام کے علومِ غیبیہ کی وُسعت بھی بے شمار ہے، یہ علم کسی ذریعے اور سبب سے پہنچتا ہے، کشف، الہام، القاء، وجدان یا پھر مضبوط ذریعۂ وحی سے پہنچتا ہے۔

لیکن یہ سب علمِ غیب نہیں کہلائے گا، اللہ کی ذات سب سے بڑا غیب ہے، حضور ﷺ نے کائنات کو اللہ سے آشنا کر دیا، فرشتے غیب ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرشتوں کے متعلق سب کچھ بتا دیا، جنت و دوزخ غائب ہیں، ہمارے سامنے نہیں ہیں؛ لیکن آپ ﷺ نے ہر کلمہ گو کو اِن کے بارے میں بتا دیا، لہٰذا نبی کا علم اللہ کا دیا ہوا ہوتا ہے، آپ اُسے علمِ غیب نہیں کہہ سکتے بلکہ اُسے اطلاع عن الغیب یا انباء الغیب کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ علمِ غیب تو وہ ہے جس کے حصول میں کوئی واسطہ نہ ہو، (کما مر آنفا) یہاں تو واسطے ہیں، ورنہ آپ علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرو اور قرآنِ کریم کی آیت: ''لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ'' سے ملاؤ اور مطابقت کرو، صحیح ہوتی ہے یا نہیں، یہی نہیں صرف بخاری شریف میں مذکور واقعۂ بئر معونہ اور واقعۂ اِفک کو بار بار پڑھو اور فیصلہ کرو کہ حضور ﷺ ذرّے ذرّے کے عالم الغیب تھے یا نہیں۔

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل
جبرائیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے پروردگار

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باطل عقائد ونظریات سے بچائے۔ (آمین)

نور محبوب ارکانی (برمی)

دیوبندی

نہ فرقہ ہے نہ مذہب

ہر معقول پسند، دیندار آدمی کا نام

دیوبندی ہے

علّامہ ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ

○❖○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بدعت کی تحقیق:

(۱) بدعت: یہ ب، د، ع سے ماخوذ ہے، جس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو ایسے طریقے سے ایجاد کرنا کہ اس سے قبل اس کی کوئی مثال نہ ہو۔ (شرح عقائد: ص ر ۴، حاشیہ: ۵)
اور اسی سے باری تعالیٰ کا قول: بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ہے۔ (بقرہ: ۱۱۷)

(۲) شاہ عبدالغنی مجددد ہلویؒ لکھتے ہیں:

البدع جمع بدعة وهي لغةً إخراج شيئ على غير مثال سبق،
ومنه بديع السموات والأرض. (انجاح الحاجه على ابن ماجه: ۹)

''البدع'' یہ بدعۃٌ کی جمع ہے اور بدعت لغت میں ایسی شیٔ کے ایجاد کرنے کو کہتے ہیں، جس کی مثال پہلے زمانہ میں نہ ہو اور اسی معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا قول: بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاُرۡضِ ہے۔

(۳) بدعت، بابِ فتح سے بدع الشیئ بمعنیٰ گھڑنا، بغیر نمونہ کے کوئی چیز بنانا۔
(مصباح اللغات: ص ر ۵۱)

(۴) بدعت بمعنیٰ دین میں کوئی نئی بات یا نئی رسم نکالنا، کہا جاتا ہے: ابتدع فلان، فلاں نے ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔
(فیروز اللغات: ص ر ۱۸۸)

(۵) علامہ فیروز آبادیؒ لکھتے ہیں:

بدعة بالكسر الحدث في الدين بعد الإكمال أو ما استحدث
بعد النبي ﷺ من الأهواء والأعمال.

''بدعت با کے کسرہ کے ساتھ ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو تکمیلِ دین کے بعد

نکالی گئی ہو یا وہ چیز جو آپ ﷺ کے بعد خواہشات اور اعمال کی شکل میں ظہور پذیر ہو"۔ (القاموس المحیط: ج/۲،ص/۴)

بدعت کے اصطلاحی معنیٰ:

(۱) ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" میں امام نوویؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: البدعة كلّ شيئ عمل على غير مثال سبق. یعنی بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری مثال کے کیا جائے۔

(مرقات: ج/۱،ص/۳۲۷ بیروت)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف اِن الفاظ میں کرتے ہیں: المحدثات ماأحدث وليس له أصل في الشرع ويسمّٰى في عرف الشّرع بدعة. "بدعت وہ چیز ہے جو نئی مشروع اور ایجاد کی گئی ہو اور اس کی کوئی اصل شریعت میں نہ ہو"۔ (فتح الباری: ج/۱۳،ص/۳۱۴)

(۳) علّامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: البدعة: وهي مالم يكن لهٗ أصل في الكتاب والسنة وقيل: إظهار شيئ لم يكن في عهد رسول الله ﷺ ولا في زمن الصحابة رضی اللہ عنہم. (عمدۃ القاری: ج/۳۵،ص/۳۷)

"بدعت نو ایجاد چیز ہے جس کی کوئی اصل نہ کتاب اللہ میں موجود ہے اور نہ سنتِ رسول اللہ میں"۔

بعض لوگوں نے بدعت کی یہ تعریف کی ہے: "کہ ایسی چیزوں کا اظہار کرنا بدعت کہا جاتا ہے جو آپ علیہ السلام کے زمانہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں موجود نہیں تھے"۔

(۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی تعریف اِن الفاظ میں کی ہے: إحداث ممايخالف الكتاب أوالسنة أوالأثر أوالإجماع فهو ضلالة. یعنی جو چیز کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ یا آثارِ صحابہ یا اجماعِ امت کے خلاف ایجاد کی گئی ہو وہ گمراہی ہے۔ (مرقاۃ: ج/۱،ص/۳۲۷)

(۵) جو چیز آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعن عظام اور تبع تابعین کے زمانہ میں معمول ومروج نہ رہی ہو، اُسے دین کی بات سمجھ کر کرنا بدعت کہا جاتا ہے۔
(اختلافِ اُمّت اور صراطِ مستقیم: ص/۸۰ حصہ اوّل)

(۶) شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفي أهل الشرع: إحداث شيئ لم يعهد في زمن النبي ﷺ وأصحابه في أمر الدين إذالم يكن إليه حاجة في الدين. ''بدعت کہا جاتا ہے کہ دین میں ایسی چیز ایجاد کرنا جو عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں نہیں ہے اور اس ایجاد کردہ چیز کی دین میں کوئی ضرورت بھی نہ ہو''۔
(أنجاح الحاجہ علی ابن ماجہ: ص/۹)

(۷) التعریفات الفقہیہ میں ہے کہ: البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي.
(قواعد الفقہ: ص/۲۰۴)

''یعنی بدعت وہ نو ایجاد امر ہے جس پر صحابہؓ اور تابعین عامل نہ تھے اور نہ دلیلِ شرعی اس کی متقاضی ہو''۔

(۸) مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاحِ شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں، جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ (سنت وبدعت: ص/۱۱)

نوٹ: ایجاد کی دو قسمیں ہیں: (۱) عام چیزوں میں ایجاد (بدعتِ لغوی) مثلاً: جدید مشینوں کی ایجاد وغیرہ یہ تو مباح ہے؛ اس لیے کہ ان کا تعلق دین سے نہیں ہے، اسی طرح وہ دینی چیز جو موجودہ صورت میں قرونِ خیر میں موجود نہ تھیں؛ لیکن ان کی اصل ان

اَدوار میں موجود ہو وہ بھی مباح؛ بلکہ موجبِ اجر ہے (ان شاء اللہ) مثلاً: مدارس، کہ ''صفہ'' اس کی نظیر ہے، کتب دینیہ کی تصنیف وتدوین وغیرہ۔

قال رسول الله ﷺ: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا.

''کہ جو بھی شخص دین میں کوئی ایک سنتِ حسنہ ایجاد واختیار کرے گا، اس کے لیے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا اجر ہوگا۔

(نسائی: ج/۱، ص/۲۸۴)

اِسی بات کو حافظ ابن رجب حنبلیؒ ان الفاظ میں لکھتے ہیں: والمراد بالبدعة ماأحدث ممالاأصل له في الشريعة يدل عليه وأماماكان له أصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعًا. ''بدعت سے ایسی نوایجادبات مراد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو اور اگر شریعت میں فی الجملہ اس پر دلالت کرنے والی کوئی اصل موجود ہو تو وہ شرعاً بدعت نہیں ہے''۔

(قاموس الفقہ: ج/۲، ص/۲۹۲، بحوالہ جامع العلوم والحکم: ص/۱۹۳)

(۲) دین میں ایجاد (بدعتِ شرعی) یہ حرام اور گناہ ہے۔

الغرض! ذکر کردہ تمام تعریفوں کا حاصل یہی ہے کہ بدعت ایسے نئے دینی اُمور کو کہتے ہیں جس کے جواز کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو یعنی ادلۂ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے جواز پر ناطق نہ ہو۔

نوٹ: یہ بات مخفی نہ رہے کہ جن علماء نے بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ سے کی ہے وہ اصطلاحِ شرع کے لحاظ نہیں؛ بلکہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے کی ہے؛ کیونکہ بدعتِ شرعی صرف حسنہ ہی ہوتی ہے، کبھی سیئہ نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ بعض الفاظ کے معنیٰ دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) ایک لغوی (۲) دوسرے اصطلاحی

مثال کے طور پر لفظ مسجد ہی کو لے لیجیے، لغت میں مسجد کے معنیٰ سجدہ کرنے کی جگہ کو

کہتے ہیں اور اصطلاحی معنیٰ شرع میں اور عام طور سے اس گھر کو کہتے ہیں جو مسلمانوں نے عبادت کے لیے بنایا ہو، بالکل اسی طرح لفظ بدعت کے بھی دو معنیٰ ہیں: ایک لغوی معنیٰ یعنی ہر نئی چیز، اس لغوی معنیٰ کے اعتبار سے لفظ ''بدعت'' کا استعمال ممنوع نہیں، اسی بنا پر ان علماء نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں جیسے: حسنہ، واجبہ، مباح، مکروہ، محرمہ اور اسی قسم سے حضرت عمر فاروقؓ کا قول: ''نعمت البدعة هٰذه'' ہے۔ اور لفظ بدعت کے دوسرے اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہیں کما مر آنفاً۔

اور یہ بدعتِ شرعیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے یہ سیئہ ہی ہوتی ہے کبھی حسنہ نہیں ہوتی۔

وقال الإمام ربانی مجدد الف ثانی في مكتوباته: ان البدعة كلّها سيئة ضالّة ومن قال إن الحسنة نوعا من البدع فهو خلاف بماقاله صلى الله عليه وسلم. (انجاح الحاجہ: ص/۹)

بدعت کی شرعی تقسیم:

بدعتِ شرعی کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ اعتقادی (۲) بدعتِ عملی۔

بدعتِ اعتقادی: یہ ہے کہ کوئی جماعت یا کوئی شخص ایسے عقائد ونظریات اختیار کرے جو آنحضرت ﷺ اور سلفِ صالحین کے عقائد ونظریات کے خلاف ہو۔ جیسے: حضور ﷺ کے بارے میں عالم الغیب، مختارِ کل، حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھنا، اعتقادی بدعت ہے، اسی طرح تمام فرقِ باطلہ کے عقائد اعتقادی بدعت میں آتے ہیں۔

بدعتِ عملی: یہ ہے کہ عقیدہ تو درست ہو؛ مگر ایسے اعمال اختیار کرے جو آنحضرت ﷺ اور سلفِ صالحین سے منقول نہ ہوں، جیسے: مزاروں کو پختہ بنانا، ان پر قبے تعمیر کرنا اور قبروں پر چراغ جلانا وغیرہ، یہ سب اُمور عملی بدعت ہے۔ (تکمیل الحاجۃ: ص/۹۹)

نوٹ: علّامہ ابو اسحاق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعتِ شرعی کی ایک اور تقسیم کی ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ حقیقی (۲) بدعتِ اضافی

بدعتِ حقیقی: جو اُصولِ شریعت کے بالکلیہ خلاف ہو۔ جیسے: آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب، مختارِ کل، حاضر و ناظر اور نور جاننا وغیرہ۔

بدعتِ اضافی: جو من وجہٍ جائزہ اور من وجہٍ ناجائز ہو یعنی فی نفسہٖ تو امرِ محمود اور جائز ہو؛ مگر کیفیات و قیودات کی وجہ سے ناجائز ہو۔ جیسے: مروجہ میلاد، مروجہ فاتحہ، تیجا، ساتواں، دسواں وغیرہ، یہ فی نفسہٖ تو جائز ہیں؛ مگر دِنوں کی تعیین ایصالِ ثواب کے لیے بدعت ہے۔ (تکمیل الحاجۃ بحوالہ محاضراتِ علمیہ ردّ رضاخانیت: ج/۲، ص/۳۱)

بدعت کی مذمّت آپ علیہ السلام کی زبان سے:

(۱) قال رسول الله عليه السلام: من أحدث في أمرنا هٰذا ماليس منه فهو رد. (بخاری شریف: ج/۱، ص/۳۷۱)

ترجمہ: جس نے ہمارے احکام میں ایسا کام ایجاد کیا جو آپ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

(۲) قال رسول الله ﷺ: من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام. (مشکوٰۃ: ص/۳۱)

ترجمہ: جس نے بدعتی کی عزت و توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد دی۔

(۳) قال رسول الله ﷺ: ما أحدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خيرا من إحداث بدعة. (مشکوٰۃ: ص/۳۱)

ترجمہ: جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کی مثل سنت اُٹھالی جاتی ہے، پس ایک چھوٹی سی سنت پر عمل کرنا کوئی بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

(۴) قال رسول الله ﷺ: إني فرطكم على الحوض من مر عليّ شرب ومن شرب لم يظمأ أبدا ليردن عليّ أقوام أعرفهم ويعرفونني ثم يحال بيني وبينهم فأقول إنهم مني. فيقال: إنك لاتدري ما أحدثوا بعدك. فأقول: سحقا سحقا لمن غير بعدي.

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیے گا اور جو ایک بار پیے گا پھر اُسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے، جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے؛ مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کردی جائے گی، میں کہوں گا کہ یہ تو میرے آدمی ہیں، مجھے جواب ملے گا کہ آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا، یہ جواب سن کر میں کہوں گا پھٹکار پھٹکار ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل دیا۔ (ابن ماجہ)

نوٹ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کیں وہ کل قیامت کے دن حوضِ کوثر سے محروم رہیں گے، اس سے بڑی محرومی کیا ہوسکتی ہے۔

(۵) قال رسول اللہ ﷺ: لایقبل اللہ لصاحب بدعة صوما ولاصلٰوة ولاصدقة ولاحجًا ولاجهادا ولاصرفا ولاعدلًا يخرج من الإسلام كما يخرج الشعيرة من العجين.

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صاحبِ بدعت کے نہ روزے کو قبول کرتا ہے اور نہ نماز کو اور نہ صدقہ اور حج کو اور جہاد کو اور نہ توبہ و انصاف کو، وہ اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے: بال آٹے سے نکل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ: ص/۶)

(۶) قال رسول اللہ ﷺ: أبى اللہ أن يقبل عمل صاحب بدعة حتى يدع بدعته.

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صاحبِ بدعت کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں، تا آنکہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔ (ابن ماہ: ص/۶)

(۷) قال رسول اللہ ﷺ: إياكم ومحدثات الأمور.

ترجمہ: کہ بدعت سے پوری طرح بچ کے رہنا۔ (ابن ماجہ: ص/۶)

(۸) قال رسول اللہ ﷺ: فلاتحدث في دين اللہ حدثا برأيك.

ترجمہ: آپ ﷺ نے حضرت حسن ؓ کو نصیحت فرمائی کہ اگر تم پلک جھپکنے سے بھی کم

وقت میں پل صراط سے گزر کر جنت میں رَسائی چاہتے ہو تو اللہ کے دین میں اپنی طرف سے کوئی بدعت داخل نہ کرو۔ (قاموس الفقہ: ج ۲/ص ۲۹۵، بحوالہ الاعتصام: ۱/ ۷۵)

الغرض! آپ علیہ السلام نے بدعت کی جتنی مذمت فرمائی ہے شاید کفر و شرک کے بعد کسی اور چیز کی اتنی مذمت نہیں کی ہے۔

بدعت اِس قدر مبغوض کیوں ہے؟

رہی یہ بات کہ آپ علیہ السلام نے بدعت کی اتنی زیادہ مذمت کیوں کی اور بدعت اس قدر مبغوض و مذموم کیوں ہے؟ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں، جن میں سے دو اہم وجہ آپ کے سامنے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

پہلی وجہ: بدعت کے اتنی زیادہ مبغوض ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ بدعت کے علاوہ آدمی جو بھی گناہ کرتا ہے اُسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ایک غلط کام کر رہا ہوں اور اس سے توبہ کر لیتا ہے؛ مگر بدعت ایسی چیز ہے کہ کرنے والا اس کو غلط سمجھ کر نہیں؛ بلکہ اچھا اور باعثِ ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور مرتے دم تک توبہ سے محروم رہتا ہے۔

دوسری وجہ: دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ دین کی تکمیل آپ علیہ السلام کے ذریعہ ہو چکی ہے اور دین کی تمام باتیں بیان فرما دی ہیں، اب جو شخص کوئی نئی چیز گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ کا دین ناقص و نامکمل ہے۔

معاشرے میں بدعت آنے کے اسباب:

اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا احوال اور محرکات ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ میں بدعات آتی ہیں اور لوگ اس کے زہریلے اثرات سے ایسے طور پر متاثر ہوتے ہیں کہ انہیں احساس تک بھی نہیں ہوتا ہے کہ ہم یہ اُمور انجام دے رہے ہیں، اس لیے اس سلسلے میں علماءِ امت نے مختلف وجوہات و اسباب بیان کیے ہیں، ہم ذیل میں آپ کے سامنے چند اسباب رقم کرتے ہیں:

(۱) جہالت: امت میں بدعت کے پھیلنے کا سب سے اہم سبب علومِ دینیہ سے دُوری، قرآن وحدیث سے ناواقفیت ہے، جس کو دوسرے لفظوں میں جہالت سے تعبیر کرلیجیے، بدعت میں گوناگوں ظاہری خوبی اور نمائش ہوتی ہے، علم سے بے بہرہ آدمی اس کی ظاہری خوبی اور نمائش حسن کو دیکھ کر اس کا دلدادہ ہوجاتا ہے اور اس کی اندرونی خرابیوں کا ادراک نہیں کرپاتا ہے وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (القرآن)

(۲) تقلیدِ آباء: بدعت پھیلنے کا دوسرا اہم سبب تقلید آباء ہے، قرآن وحدیث کے تقاضوں کو چھوڑ کر اپنے آباء واجداد کو جس روِش پر پایا اس کو ذریعۂ نجات سمجھنا اور اُن کے طور وطریق اور اخلاق کو اپنانا اور آباء پرستی پر جمے رہنا بھی بدعت پھیلنے کا ایک اہم سبب ہے۔

(۳) شہرت پسندی: رسوم وبدعات کے شیوع کا تیسرا سبب حبِّ جاہ، شہرت پسندی کا جذبہ ہے، یہ ایک نفسیاتی مرگ اور روگ ہے کہ آدمی ہر نوایجاد چیز کو بشرطیکہ اس میں ظاہری زیب وزینت کردی گئی ہو، دوڑ کر اُچک لیتا ہے پھر آگے چل کر بدعت کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔

(۴) مداہنت فی الدین: بدعت آنے کی چوتھی وجہ مداہنت فی الدین ہے یعنی غلط اور منکر باتوں پر نکیر نہ کرنا، چشم پوشی ار اغماضِ بصر کرلینا، دنیاوی مصلحت، بطن کی مصلحت کی وجہ سے اُمورِ منکرہ پر روک ٹوک نہ کرنا بھی رسوم وبدعات پھیلنے کا اہم سبب ہے؛ کیونکہ اس چشم پوشی اور سکوت کو عوام جواز پر محمول کرے گی؛ اس لیے علماء کو ہر منکر پر نکیر کرنا ضروری ہے۔

(۵) اتباعِ ہویٰ: بدعت پھیلنے کا ایک اہم ذریعہ خواہشِ نفس کی اتباع ہے، دنیا میں جتنی گمراہ قومیں وجود میں آئی ہیں ان کا سبب واحد اتباعِ ہویٰ ہے کہ من چاہی چیز کو دین میں شامل کرلیں۔ (تکمیل الحاجہ: ص/۱۰۳، بحوالہ محاضرات، دررضاخانیت: ۲/۱۰)

غیب کی لغوی تحقیق:

(۱) غَابَ یَغِیْبُ باب ضرب سے الغیب مصدر، ہر وہ چیز جو تم سے غائب ہو، بھید، غَابَ عَنْہُ: پوشیدہ ہونا۔ (مصباح اللغات: ص/ ۶۱۳)

(۲) کُلُّ مَاغَابَ عَنْکَ فَھُوَ غَیْبٌ ''ہر وہ چیز جو تم سے غائب ہو وہ غیب ہے''۔
(القاموس المحیط: ص/ ۱۱۲)

(۳) ''غیب'' بمعنیٰ غیر موجود، آئندہ واقعات کا علم۔ (فیروز اللغات: ص/ ۹۱۹)

(۴) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الغیب ماغاب عنک ''غیب وہ ہے جو تم سے غائب ہو''۔ (مختار الصحاح: ص/ ۲۰۳)

(۵) روح المعانی میں ہے: الغیب في الأصل مصدر: غابت الشمس وغیرھا إذا استترت عن العین، واستعمل في الشيئ الغائب الذي لم تنصب له قرینة.

یعنی غیب یہ مصدر ہے، کہا جاتا ہے: غابت الشمس ''نگاہ سے اوجھل اور چھپ جانا'' اور غیب ان مخفی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا کوئی قرینہ اور علامت نہ ہو۔
(روح المعانی: ج/ ۱۱، ص/ ۱۶)

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: کل شیئ جعل بینک وبینه حجاب فقد غیب عنک ''ہر وہ چیز جو آپ کے پسِ پردہ ہو وہ غیب ہے''۔
(فتح الباری: ۸/ ۶۶۰)

(۷) علّامہ شہاب الدین الخفاجی المصریؒ فرماتے ہیں: الغیب: من غاب بمعنی استتر عن العین ویستعمل فی کل غائب عن الحاسة. ومایغیب عن الإنسان بمعنی الغائب.

''غیب یہ غَابَ سے مشتق ہے، نگاہ سے پوشیدہ ہونے کے معنیٰ میں ہے اور یہ ہر ان

اشیاء کے لیے بولا جاتا ہے جو حواسِ خمسہ کے ادراک سے بالاتر ہو، اسی طرح انسان سے جو جو چیزیں پوشیدہ ومخفی ہیں وہ بھی غیب ہے"۔ (نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض: ۱۴۸/۴)

آپ مثال سے یوں سمجھئے!

مثلاً ہم ایک درس گاہ میں بیٹھے ہیں، پیچھے درسگاہ میں کیا چیز ہے اور کون کون ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ وہ سب پوشیدہ ہے، اس کو بھی لغت کے اعتبار سے غیب کہا جائے گا، آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں ان کو بھی غیب کہا جائے گا، گویا لغت میں غیب کے مفہوم میں وسعت ہے اور لغت کے اعتبار سے غیب کا مفہوم عام ہے۔

غیب کے اصطلاحی معنیٰ:

(۱) جب ہم غیب کو اصطلاح کی طرف لے کر چلتے ہیں تو علّامہ جلال الدین سیوطیؒ تفسیر درمنثور (ج/۱، ص/۱۳۸) اور علّامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل (ج/۱، ص/۶۲) میں فرماتے ہیں: **قال ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ: الغیب: ماغاب عن العباد من أمر الجنة والنار.**

"کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: غیب اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق حشر اور نشر سے ہو یعنی دنیا کے ختم ہونے کے بعد جنت اور جہنم کے احوال ہیں یا فرشتوں کے احوال ہیں، یا دنیا کے قیام سے پہلے اللہ کی ذات وصفات ہیں، شریعت میں ان چیزوں پر غیب کا اطلاق ہوگا۔ (تفسیر درمنثور: ج/۱، ص/۱۳۸)

مطلب یہ ہے کہ ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: دنیا میں پیش آنے والی چیزوں پر غیب کا اطلاق نہیں ہوگا؛ بلکہ شریعت میں اگر غیب کا اطلاق کرنا ہے تو قیامت کے وقوع کے بعد اور دنیا کے وجود سے پہلے جو چیزیں ہیں ان کو جاننا علمِ غیب کہا جائے گا؛ نیز دیکھئے: (تفسیر ابن عباس: ص/۲)

(۲) حاشیۂ جلالین میں غیب کی تعریف یوں بیان کی ہے: **الغیب هو مالم یقم علیه دلیل ولا إطلع علیه مخلوق.**

''کہ غیب وہ ہے جس پر نہ کوئی دلیل موجود ہو اور نہ اس پر کوئی مخلوق مطلع ہو''۔
(حاشیہ جلالین: ص ر ۳ بحوالہ مدارک)

(۳) روح المعانی میں غیب کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: الغيب: مالم يوح به ولم يقم عليه دليل.
''غیب وہ ہے جو نہ بذریعۂ وحی معلوم ہو اور نہ اس پر کوئی دلیل قائم ہو''۔
(روح المعانی: ج ر ۷، ص ر ۶۳)

(۴) تفسیر مدارک میں ہے: الغيب هو مالم يقم عليه دليل ولا اطلع عليه مخلوق. (مدارک: ص ر ۸۴۶)
غیب وہ ہے جس پر نہ کوئی دلیل موجود ہو اور نہ اس پر کوئی مخلوق مطلع ہو۔

(۵) علّامہ شہاب الدین الخفاجی المصریؒ فرماتے ہیں: الغيب أي: بمالا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداهة العقول.
''کہ غیب وہ ہوتا ہے جو حواسِ خمسہ ظاہرہ کے ادراک سے بالاتر ہو کر حاصل ہو اور عقل کی دسترس اور قوت سے خارج ہو''۔ (نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض: ۱۴۸/۴)

(۶) بریلوی عالم مفتی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:
''وہ شئ جو نہ انسان کو آنکھ سے اور نہ کان سے اور نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے اور نہ دیگر اعضاء سے اور نہ ہی عقل سے معلوم ہو سکے وہ غیب ہے۔'' (علم الرسول: ص ر ۱۲)

(۷) بریلوی عالم مفتی احمد یار خان نعیم لکھتے ہیں:
''غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ، ناک، کان وغیرہ سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہتِ عقل سے معلوم کر سکے۔'' (جاء الحق: ص ر ۳۸)

(۸) مذکورہ تعریف بریلوی عالم فضل احمد نے بھی کی ہے۔ (انوارِ صداقت: ۱۳۰)

(۹) قاضی بیضاویؒ بھی غیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الغيب: الخفي الذي لا يدركه الحس ولا تقتضيه بداهة العقل.

''غیب وہ ہوتا ہے جو حواسِ خمسہ کے ادراک سے باہر اور بالاتر ہو اور عقل رسائی سے خارج ہو۔'' (بیضاوی: ج/۱،ص/۸۱)

(۱۰) غیب: عبارت ہے ان اُمور غیبیہ سے جن کا ادراک حواس اور دلائل عقلیہ و ریاضیات سے نہ ہو سکے۔ (احسن الفتاویٰ: ج/۱،ص/۲۰۱، بیضاوی: ج/۱،ص/۸۱)

تجزیہ: نبی پاک ﷺ کا سارے علومِ مبارکہ حواسِ خمسہ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ سے آیا ہے؛ اس لیے اسے غیب کا علم نہیں کہا جا سکتا؛ کیونکہ ایسا علم جو حواسِ ظاہر و باطنہ سے بالاتر ہو وہ فقط اللہ تعالیٰ کا علم ہے؛ اس لیے کہ خدا تعالیٰ حواسِ ظاہرہ اور باطنہ سے بَری ہے، لہٰذا خدا تعالیٰ کا علومِ مبارکہ ہی علمِ غیب ہے، پس معلوم ہوا کہ جن اُمور کا علم انبیاء علیہم السلام کو بذریعۂ وحی یا کوئی اور ذرائع سے عطاء کیا گیا، اور جو چیزیں اولیاء کرام کو بذریعہ کشف و الہام معلوم ہو جاتی ہیں، ان پر غیب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہی بات مظاہر حق جدید میں بھی رقم طراز ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ج/۱،ص/۵۸)

اَنباء الغیب اور عالم الغیب میں فرق:

یہاں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ: ایک ہے علمِ غیب، عالم الغیب، عالم جمیع ما کان و ما یکون، اس کا مفہوم الگ ہے، اور ایک ہے: اخبار الغیب، اَنباء الغیب، اس کا مفہوم الگ ہے، ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے؛ کیونکہ پہلی بات بات کا (علمِ غیب، عالم الغیب) آپ ﷺ کے لیے ثابت کرنے والا مشرک اور کافر ہے۔ دوسری بات (انباء الغیب) کا آپ ﷺ کے لیے منکر ملحد اور زندیق ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: ازالۃ الریب: ۴۷)

اخبار الغیب اور اَنباء الغیب کا اطلاق ہر اس علم پر ہوتا ہے، جس کے حصول میں ذرائع اور واسطہ موجود ہو، دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن کا حصول کسی دلیل سے ہو یا حواسِ خمسہ ظاہرہ اور باطنہ سے ہو، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علوم اسی طرح

عبادات و معاملات، حلال وحرام، جائز و ناجائز، کارِثواب و کارِ غیر ثواب کا علوم اور اسی طرح تخلیق عالم، اَنبیاء سابقین اوران کی امتوں کے حالات اور قیامت کی علاماتِ صغریٰ و کبریٰ اور احوالِ دجال اور خروجِ دابہ ونزولِ عیسیٰ، اسی طرح فرشتوں اور ملائکہ، جن وانس کا علوم اور آسمان وزمین کا علوم وغیرہم۔

الغرض! ہر طرح کے علوم جو ذرائع اور دلیل سے حاصل ہوں وہ سب کے سب اَنباء الغیب اور اخبار الغیب کے قبیل سے ہیں۔ الفرق لایخفی

آپ علیہ السلام کا علم کس قبیل سے ہے؟

سابقہ تفصیل کو جان لینے کے بعد یہ بات بھی جان لینا چاہیے کہ آپ علیہ السلام کا علم اور وہ تمام غیب کی باتیں جو آپ علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں، وہ چونکہ سب حواسِ خمسہ ظاہرہ یا باطنہ وحی وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، لہٰذا وہ سب کی سب انباء الغیب کے قبیل سے ہیں نہ کہ علمِ غیب وعلمِ جمیع ما کان وما یکون کے قبیل سے، جیسا کہ اوپر گزر گیا، لہٰذا حاصل یہ نکلا کہ آپ کے پاس علمِ غیب نہیں ہیں، اور جتنی غیب کی باتیں بیان کی ہیں، وہ سب اَنباء الغیب ہے نہ کہ علم الغیب۔

اسی بات کو قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: والغیب قسمان: قسم لادلیل علیه وهي المعنٰی بقوله تعالیٰ: ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَآاِلَّا اللّٰهُ'' و قسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الاٰخر. أمّاالذي لادلیل علیه فهو سبحانهٗ وتعالیٰ العالم به لاغیره، وأماالذي علیه دلیل فلایمتنع أن نقول: نعلم من الغیب مالنا علیه دلیل.

''یعنی علمِ غیب کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ علم غیب ہے جس کے حصول میں کوئی بھی دلیل (واسطہ اور حواسِ خمسہ ظاہرہ و باطنہ) درمیان میں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا قول ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ'' سے یہی قسم مراد ہے، اور دوسری قسم وہ علمِ غیب ہے جس کے حاصل

ہونے میں کوئی واسطہ اور دلیل (حواسِ خمسہ ظاہرہ وباطنہ) موجود ہو۔ جیسے: ذاتِ باری اور اس کی تمام صفات کا علم اسی طرح قیامت کا علم (ان سب کا علم بواسطہ وحی جو کہ انباء الغیب کے قبیل سے ہے حاصل ہے)؛ چنانچہ قسم اوّل کا علم غیب وہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی عالم الغیب ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی اس علم غیب کو نہیں جانتے، اور قسم دوم (جس میں واسطہ اور دلیل ہو) کا علم یہ ہر ایک جانتا ہے، ہم بھی ان چیزوں کے بارے میں کہہ سکتے ہیں جن کا علم ہمیں کسی نہ کسی طریقہ سے حاصل ہوا ہو کہ: ہم بھی غیب یعنی پوشیدہ علمِ اَشیاء کو جانتے ہیں"۔ (بیضاوی: ج/۱،ص/۸۱)

(۲) علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: فالعالم به لكونه بواسطة الأسباب لايكون من علم الغيب المنفي الجنة والنار ونحوذالك.

"کہ جو علم کسی اسباب سے جانا جاتا ہے اس کو علمِ غیب نہیں کہا جاتا ہے، جیسے: ہم کو جنت جہنم کا علم ہے؛ لیکن ہم کو عالم الغیب نہیں کہا جائے گا"۔ (روح المعانی: ج/۱۱،ص/۱۹)

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انباء الغیب کے جتنے علوم سے نوازا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں ہے، مخلوق میں کوئی بھی آپ ﷺ کا اس علم میں مماثل نہیں ہے۔

لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" اور "عَالِمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ"، عالم جميع ماكان ومايكون" صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہی ہے، جس کے علم سے کائنات کا ایک ذرّہ بھی مخفی نہیں ہے، اور یہ صفت آپ علیہ السلام کو حاصل نہ تھی؛ چنانچہ کئی باتیں اس دنیا میں ایسی بھی تھیں، جن کا علم آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر عمر تک نہیں دیا گیا، اور ان میں ایسے اُمور بھی ہیں، جو آپ کے شانِ رفیع کے لائق نہ تھے، جتنی علوم سے آپ ﷺ کو نوازا گیا اور جتنی غیبی خبریں آپ نے دی ہے، وہ صرف اطلاع علی الغیب اور اُنباء الغیب کے توسط سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ان اُمورِ غیبیہ کی اطلاع دی اور آپ نے بتادیا؛ چنانچہ روح المعانی میں علّامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(۳) والذي اختص به تعالیٰ إنما هو علم الجميع وعلم مفاتح الغيب المشار إليها بقوله تعالیٰ ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ''... وماوقع للخواص ليس من هٰذا العلم المنفي في شيئ ضرورة أنه من الواجب عز وجل أفاضه عليهم بوجه من الوجوه الإفاضة فلايقال: إنهم علموا الغيب بذالک المعنى ومن قاله کفر قطعا، وإنما يقال: إنهم أُظهروا أوأُطّلعوا۔ بالبناء للمفعول۔ على الغيب أونحو ذالک مما يفهم الواسطة في ثبوت العلم لهم. ويؤيّد ماذکر أنه لم يجيئ في القرآن الکريم نسبة علم الغيب إلى غيره تعالیٰ أصلا، وجاء الإظهار على الغيب لمن ارتضىٰ سبحانهٗ وتعالیٰ، من رسول۔

''یعنی جمیع مغیبات کا علم اوران مفاتح الغیب کا علم جن کی طرف ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ'' سے اشارہ کیا گیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، رہی یہ بات کہ جو خواص (جیسے تمام رسول وانبیاء وغیرہ) کواُمورِ غیبیہ حاصل ہے، وہ اسی مفاتح الغیب اور جمیع المغیبات کے علم میں سے نہیں ہے؛ کیونکہ یہ بات بدیہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء و رسول وغیرہ کو جوعلومِ غیبیہ سے نوازا ہے وہ سب فیضان وانعام کے قبیل سے ہیں، لہٰذا ان اُمورِ غیبیہ کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ سب عالم الغیب ہیں، جو بھی ان کو عالم الغیب کہے گا، اس کی قطعی طور پر تکفیر کی جائے گی۔ ان انبیاء وخواص کے بارے میں صرف یہ کہا جائے گا کہ ان کو علومِ غیبیہ پر مطلع کیا گیا ہے۔ اِس بات کی تائید کہ وہ انبیاء وخواص عالم الغیب نہیں ہیں؛ بلکہ مطلع اور مظہر علی الغیب ہیں، اِس بات سے ہوتی ہے کہ قرآن پاک میں باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف علمِ غیب کی نسبت بالکل نہیں کی گئی ہے؛ بلکہ قرآن پاک میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، رسولوں میں سے جن سے راضی ہوتے ہیں ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے اظہار علی الغیب کا اطلاق ہوا ہے۔ (روح المعانی:۱۱/ ۱۷-۱۸)

(۴) یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: والفرق

بینهما: أن الرسول يطلع على ذالک (بعض الغيب) بأنواع الوحي، كلها.
''کہ علمِ غیب اور اَنباء الغیب کے درمیان فرق یہ ہے کہ رسولوں کو جو بعض مغیبات کا علم ہے وہ سب مطلع علی الغیب ہے۔ (فتح الباری: ج ۸، ص ۶۶۰)

(۵) اسی طرح علامہ شہاب الدین الخفاجی المصریؒ بھی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب أي: الأمور المغيبة، وهٰذا لاينافى الآيات الدالة على أنه لايعلم الغيب إلا الله، وقوله: ''وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ'' فإن المنفي علمه من غيرواسطة، وأمااطلاعه عليه بإعلام الله له فأمر متحقق بقوله تعالىٰ: ''فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا''۔

''خلاصہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اُمورِ غیبیہ پر جو اطلاع دی ہے وہ سب اپنے علم سے نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی خبر دی ہے پھر اُس کو آپ نے امت کے سامنے بیان کیا ہے اور وہ اُمورِ غیبیہ جن کی قرآن میں نفی کی گئی ہے وہ سب بلا واسطہ اور بلا دلیل علوم کی نفی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ (نسیم الریاض: ج ۴، ص ۱۴۹)

(۵) فتاویٰ بزازیہ میں صاف صاف لکھتے ہیں: وماأعلم الله تعالىٰ لخيار عباد بالوحي أوالإلهام لم يبق بعد الإعلام غيبا۔ ''کہ اللہ تعالیٰ وحی یا الہام سے جن جن اُمورِ غیبیہ کی خبر دیتے ہیں وہ خبر دینے کے بعد غیب نہیں رہا''۔ (بزازیہ: ۱/ ۸۰)

یہی بات صاحبِ نبراس نے بھی بیان کی ہے۔ دیکھیے: (نبراس علی شرح عقائد: ۳۴۳)

الغرض! مذکورہ ساری عبارات سے یہ بات واضح ہوگی کہ انبیاء علیہم السلام کی باتوں اور خبروں کو علمِ غیب نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ یہ علم خدا کی طرف سے ملتا ہے اور اگر ذاتی، ازخود ہو تو اسے علمِ غیب کہتے ہیں۔

بریلوی حضرات کا دعویٰ:

بریلوی حضرات بلا جھجک یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ماکان وما یکون یعنی

جتنی اشیاء ماضی میں گزر چکیں وہ بھی اور جتنی اشیاء وجود میں آنے والی ہیں سب کا کلی علم ہے۔

چنانچہ بریلوی عالم مولانا سلطان محمود صاحب لکھتے ہیں: کہ اہلِ سنت والجماعت کا اِس بات پر اتفاق اور اتحاد ہے کہ آنحضرت محمد مصطفیٰ آقائے نامدار سیّد الابرار احمد مختار احمد مجتبےٰ حضرت محمد ﷺ کو اللہ جل شانہٗ وعم نوالہ نے اپنے فضل وکرم سے اوّلین وآخرین و علم جمیع ما کان وما یکون وعلم مافی السماوات ومافی الارض عطا فرمایا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مؤمن ہے اور جو ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، پس علمِ غیب کا انکار عین نبی کا انکار ہے۔ (نجوم الرحمٰن: ۷۵، امام احمد رضا اور فن تفسیر: ۱۶)

نوٹ: مولانا سلطان محمود صاحب فاضل بریلوی نے مذکورہ عبارت میں ایک جملہ یہ فرمایا ہے کہ: ’’اہلِ سنت والجماعۃ کا اتفاق واتحاد ہے‘‘ یہ عبارت محلِ نظر ہے؛ کیونکہ مولانا کے اس اہلِ سنت سے کون سے اہلِ سنت والجماعت مراد ہیں معلوم نہیں، ہوسکتا ہے یہ ان ہی کے نزدیک ایک الگ اور منفرد اہلِ سنت والجماعت مراد ہوں؛ کیونکہ اہلِ سنت والجماعت میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کو عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان وما یکون نہیں مانتے؛ بلکہ سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، یہاں تک کہ علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: فلا یقال: انہم علموا الغیب بذالک المعنی، ومن قاله کفر قطعا ’’کہ جو بھی انبیاء کے لیے جمیع ما کان وما یکون کے علمِ غیب کا قائل ہو اس کی قطعی طور پر تکفیر کی جائے گی‘‘۔ (روح المعانی: ۱۱/۱۸)

(۲) بریلوی عالم مولانا محمد عمر صاحب لکھتے ہیں:

’’جو آپ کی ذات سے علمِ غیب کی نفی کرتے ہیں وہ درحقیقت آپ کے محمد ہونے کا قائل نہیں ہے‘‘۔ (مقیاس حنفیت: ص/۳۱۲)

(۳) مولانا فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

’’بے شک حضرت عزت نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمام اوّلین وآخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا گیا، ملکوت السماوات والارض کا

شاہد بنایا، روزِ اوّل سے روزِ آخر تک سب ما کان وما یکون انہیں بتایا، اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرّہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ تھا، علم عظیم حبیب کریم ﷺ ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً؛ بلکہ صغیر وکبیر، رطب ویابس، جو پتہ گرتا ہے زمین کے اندھیروں میں، جو دانہ کہیں پڑا ہوتا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، للّٰہ الحمد کثیرا؛ بلکہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں؛ بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا سا حصہ ہے، ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار اور ہزار بے حد وکنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطاء کرنے والا انکا مالک ومولیٰ جانے‘‘۔

(خلاصۂ گھسن بحوالہ امام احمد رضا اور فن تفسیر: ص/۱۶)

تجزیہ: فاضل بریلوی فیض احمد اویسی صاحب جس دلیری سے دعویٰ کر رہے ہیں، اس کو چاہیے کہ اپنے اس دعویٰ پر جو کہ ’’ایجاب کلی ہے‘‘ دلائلِ قطعیہ سے ثابت کریں نہ کہ جزئی واقعات سے؛ کیونکہ یہ بات آگے بھی آئے گی کہ بریلوی حضرات کا دعویٰ ایجابِ کلی ہے، لہٰذا ہزاروں جزئیات کے علم کا ثبوت بھی ان کے لیے مفید نہیں ہے، اور اہلِ سنت چونکہ رفعِ ایجابِ کلی کے قائل ہیں؛ اس لیے ایک جزئیہ منفیہ بھی ہمارے لیے دلیل ہوگا؛ چنانچہ ہم سامنے جا کر ایسے دلائل پیش کریں گے جن سے ثابت ہوگا کہ بعض اُمور ایسے بھی ہیں کہ ان کا علم آپ ﷺ کو نہیں دیا گیا۔

(۴) مولانا عمر صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

’’آپ ﷺ کے علمِ غیب کلی کی صحیح حدیثیں نبی ﷺ سے ثابت ہیں تو ان سے انکار کرنا اور تاویلاتِ فاسدہ کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا یہ ایمان سے خارج ہونا ہے‘‘۔

(مقیاس حنفیت: ص/۳۷۹)

آپ علیہ السلام کو کتنا علمِ غیب عطا کیا گیا؟

(۱) چنانچہ اس سلسلے میں بریلویوں کا امام احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ:

”حضور ﷺ کو جو علمِ غیب دیا گیا ہے وہ دنیا کے قائم ہونے کے بعد اور قیامت کے واقع ہونے تک کے علمِ غیب دیا گیا ہے، یعنی دنیا کے قائم ہونے کے بعد سے لے کر وقوعِ قیامت تک کا علم آپ علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ (الدولۃ المکیۃ: ص/ ۳۷)

(۲) بالکل یہی بات احمد رضا خان صاحب کی دوسری کتاب ”اَنباء المصطفیٰ“ میں بھی صراحۃً موجود ہے۔ (اَنباء المصطفیٰ: ص/ ۴)

(۳) اسی طرح اِسی بات کو بریلوی عالم محمد عمر صاحب نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ (مقیاس حنفیت: ص/ ۴۲۷)

(۴) مولانا عبد الرشید جو کہ بریلوی عالم ہیں وہ لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ کو اللہ نے کلی علم غیب عطا فرمایا ہے“۔ (رشد الایمان: ص/ ۹۹)

(۵) نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

”بدء الوحی یعنی ابتداء آفرینش سے دخولِ جنت و دوزخ تک سب مثل کفِ دست ظاہر کر دکھایا۔ (الکلمۃ العلیا: ص/ ۳، اَحسن الفتاویٰ: ج/ ۱)

(۶) فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے کلی علم غیب عطا فرمایا ہے“۔ (علم المناظرہ: ص/ ۶)

(۷) مولانا فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

”حضرت عزت نے اسے حبیب ؐ تمام اوّلین و آخرین کا علم عطاء فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا گیا، دورِ اوّل سے روزِ آخر تک سب ما کان و ما یکون انہیں بتایا، اشیاءِ مذکورہ میں سے کوئی ذرّہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ تھا، حبیب کریم نے ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً؛ بلکہ صغیر و کبیر، رطب و یابس جو پتہ آتا ہے زمین کے اندھیروں میں، جو دانہ کہیں پڑا ہوتا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا“۔

(خلاصہ گھسن، بحوالہ: امام احمد رضا اور فن تفسیر: ص/ ۱۶)

آپ علیہ السلام کو علمِ غیب کب دیا گیا؟ اس میں بریلویوں کے متضاد اقوال:

آپ علیہ السلام کو علمِ غیب کب دیا گیا، اس سلسلے میں بریلویوں کے یہاں مختلف نظریے ہیں:

(۱) مولانا افضل لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کو ولادت سے پہلے علمِ غیب دے دیا گیا'' اسی بات کو مولانا احمد یار خان نعیمی نے ''جاء الحق'' کے اندر نقل کیا ہے۔ (انوارِ صداقت: ص/۱۴۳)

(۲) دوسرا نظریہ: مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''آپ علیہ السلام کو واقعۂ معراج کے موقع پر علمِ غیب دیا گیا ہے''۔ (الکلمۃ العلیا: ص/۶۵)

(۳) تیسرا نظریہ: مولانا محمد صالح فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کو شکمِ مادر میں ہی علمِ غیب حاصل تھا''۔ (علمِ غیب رسول: ص/۳۴)

(۴) چوتھا نظریہ: مولانا احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ:

''آپ علیہ السلام کو نزولِ قرآن کے بعد علمِ غیب دیا گیا ہے اور جب نزولِ قرآن ختم ہو گیا تو آپ ﷺ کا علمِ غیب بھی مکمل ہو گیا''۔ (انباء المصطفیٰ: ص/۴، الدولۃ المکیۃ: ص/۱۰۵، فتاویٰ رضویہ)

(۵) بریلویوں کے محدث اعظم، حجۃ الاسلام، علامہ سیّد احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں کہ:

ہم حضور ﷺ کے لیے جو ما کان و ما یکون کا علم ثابت کرتے ہیں وہ تدریجاً اِلٰی وفاتہ علیہ السلام ہے۔ (تقریر منیر: ص/۲۰)

تجزیہ: قارئین کرام! آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ آپ علیہ السلام کو علمِ غیب کب دیا گیا؟ اس سلسلے میں بریلویوں کے یہاں کس قدر مختلف اقوال ہیں، لہٰذا بریلوی حضرات پر لازم ہے کہ ان مختلف اقوال میں تطبیق دیں، اور اگر اِن اقوال میں سے کسی ایک قول کو لیتے ہیں تو دوسرے اقوال کی توجیہ کریں۔

دائرۂ اسلام سے خارج کون ہے؟

جیسا کہ ماقبل میں علمائے بریلویت کے سلسلے میں باحوالہ یہ بات آئی تھی کہ وہ کہتے

ہیں کہ علمِ غیب کلی اور علمِ جمیع ما کان وما یکون کے منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اور اس کو نہ ماننا یہ ایمان سے خارج ہونا ہے الخ

اب ہم چند عبارت پیش کر رہے ہیں جو ان ہی کے اکابر اور علماء میں سے ہونے کے باوجود اس بات کا صراحتاً دعویٰ کر رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام جمیع ما کان وما یکون کے عالم نہیں ہے؛ چنانچہ

(۱) مولانا احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں کہ:
''کلی اختیارات اور مکمل علمِ غیب پر خدائی دارومدار ہے''۔

(مواعظِ نعیمیہ: ص/۲۶۵، حصہ دوم)

(۲) دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''کلی غیب کوئی نہیں جانتا''۔ (جاء الحق: ص/۹۶)

(۳) بریلوی مناظر لکھتے ہیں:
عالم الغیب اس ذات کو کہا جاسکتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو یہ شان اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہاء نے کفر قرار دیا ہے۔ (تنویر الخواطر: ص/۳۴)

(۴) اشرف قادری صاحب لکھتے ہیں:
''علمِ غیب کلی کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں''۔ (عقائد و نظریات: ص/۸۷)

(۵) رسول اللہ ﷺ سب غیوب پر مطلع نہیں ہوتے، تاکہ خصوصیتِ الٰہی برقرار رہے۔ (خلاصہ گھسن بحوالہ فتاویٰ مہریہ: ص/۸)

(۶) اس کا غیر خدا کے لیے ثابت کرنا قطعاً کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج/۲۷، ص/۱۴۴، تعلیمات اعلیٰ حضرت: ص/۱۶)

(۷) امام احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں: فانا لاندعی أنه ﷺ قد أحاط بجمیع معلومات الله تعالی فإنه محال للمخلوق ''ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول ﷺ کا علم شریف تمام معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہے؛ کیونکہ یہ تو مخلوق کے لیے محال ہے۔

(الدولۃ المکیۃ: ص/۲۵)

(۸) اسی کتاب کے دوسرے جگہ پر لکھتے ہیں: ولانثبت بعطاء الله تعالٰی أیضًا إلا البعض ''یعنی ہم عطاءِ الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع علوم''۔

(الدولۃ المکیۃ: ص ر ۲۸، تمہید ایمان: ص ر ۴۳، ۴۴، ماخوذ از خلاصۂ گھسن)

(۹) بریلوی شیخ علّامہ غلام رسول سعیدی مسلم شریف کی ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: صحیح جواب وہی ہے جو علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ ناپاکی رکھے جانے کے باوجود آپ علیہ السلام بدستور نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا رکھا گیا۔ (شرح مسلم)

تجزیہ: ان ساری باتوں سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب کلی تو بقول اکابرینِ بریلوی کے خاصۂ خدا ہے، اور بریلویوں نے نبی ﷺ کے لیے مانا ہے تو اپنے اکابر کے فتاویٰ کی رو سے اکابرین بریلوی کیا ٹھہرے؟

لٰہذا اہلِ بریلوی پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

خندق میں سب کی جان حَزِیں پر بن آئی ہے
جائیں کدھر کہ آگے کنواں پیچھے کھائی ہے

بریلویوں پر مطلق دلیل پیش کرنی ضروری ہے:

بریلوی حضرات جتنی احادیث سے علمِ غیب پر استدلال کرتے ہیں وہ سب کے سب جزئی واقعات ہیں، حالانکہ ان کا دعویٰ عام ہے، (کمامر)؛ اس لیے علمائے بریلوی پر لازم ہے کہ اپنے اس دعویٰ عام پر مطلق دلیل پیش کریں اور کوئی جزئی واقعہ سے استدلال نہ کریں، اور نہ مقید دلیل پیش کریں، لہٰذا بریلوی حضرات اپنے دعویٰ پر جو جزئی واقعہ سے استدلال کرتے ہیں وہ ہم پر حجت نہیں ہیں؛ کیونکہ وہ دلیل ہے ہی نہیں؛ کیونکہ یہ بات بدیہی ہے کہ تنزل سے ترقی پر استدلال نہیں ہوتا؛ بلکہ ترقی سے تنزل پر استدلال ہوتا ہے، اسی طرح جزء سے کل پر استدلال نہیں ہوتا؛ بلکہ کل سے جزء پر استدلال ہوتا ہے، اس کے

برخلاف علمائے دیوبند جز سے بھی استدلال کر سکتے ہیں اور کل سے بھی، مطلق دلیل بھی پیش کر سکتے ہیں اور مقید دلیل بھی، اسی طرح جزئی واقعہ بھی اپنے دعویٰ کی تائید کرے گا، لہٰذا اگر کسی ایک جزئی کے علم کی بھی غیر اللہ سے نفی ثابت ہوجائے تو احاطہ کی نفی ثابت ہوجائے گی، چونکہ بریلوی حضرات ایجاب کلی کے قائل ہیں، لہٰذا ہزاروں جزئیات کے علم کا ثبوت بھی ان کے لیے مفید نہیں ہے۔ یہی بات احسن الفتاویٰ (ج ۱/ص/ ۲۰۲) میں بھی موجود ہے۔

بریلوی کی طرف سے ایک سوال:

ہمارے گاؤں میں بریلوی رہتے ہیں، ایک مرتبہ ایک بریلوی عالم نے جو کہ مسجد میں امامت کرتے ہیں، سوال کیا کہ جب ہم حضور ﷺ کو ''رؤف'' اور ''رحیم'' کہہ سکتے ہیں تو عالم الغیب کیوں نہیں کہہ سکتے ہیں؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ دیا گیا کہ: جناب عالی! آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نبی ﷺ کو کسی بھی نام یا کسی بھی صفت سے بغیر دلیل کے متصف نہیں کر سکتے، اور چونکہ ''رؤف'' اور ''رحیم'' کی یہ دلیل: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ'' قرآنِ کریم میں موجود ہے؛ اس لیے آپ علیہ السلام کو ''رؤف'' اور ''رحیم'' کہہ سکتے ہیں، رہا آپ علیہ السلام کو ''عالم الغیب'' کے نام سے متصف کرنے کا مسئلہ، تو کسی ایک صحابیؓ کا نام بتا دیجیے، جس نے آپ علیہ السلام کو ''عالم الغیب'' کے لقب سے نوازا ہو، کیا ان جاں نثار صحابہؓ کو آپ علیہ السلام سے اتنی محبت نہیں تھی، جتنی محبت بریلوی حضرات کو ہے، نعوذ باللہ منہ۔

علمِ غیب کے سلسلے میں علمائے دیوبند کا موقف:

علمائے اہلِ سنت والجماعت علمائے دیوبند اور تمام محدثین ومحققین ومفسرین اور جمیع فقہاء کا عقیدہ یہ ہے کہ: حضور ﷺ کو کائنات کا جو بھی علم ہوا ہے، وحی الٰہی کے ذریعہ سے

ہوا ہے، بغیر وحی کے حاصل نہیں ہوا؛ اس لیے آپ ﷺ "عالم الغیب" اور "عالم جمیع ما کان وما یکون" نہیں ہیں؛ کیونکہ ماقبل میں تفصیل سے یہ بات آئی تھی کہ علمِ غیب اس کو کہتے ہیں جو بلا کسی واسطہ سے اور بلا کسی کنکشن اور بلا کسی رابطہ سے حاصل ہوتا ہو اور بلا کسی فرشتہ اور بلا کسی وحی کے حاصل ہوتا ہو، اور جو علم کسی واسطہ اور وحی کے توسط سے حاصل ہوتا ہے، اس کو علمِ غیب نہیں کہتے ہیں، اس کے برخلاف باری تعالیٰ کا علم وہ بالذات، بلا کسی واسطہ ورابطہ کے حاصل ہیں؛ اس لیے "عالم الغیب" صرف اور صرف باری تعالیٰ ہے اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور بس، کسی اور بزرگ، کسی نبی اور فرشتہ حتیٰ کہ جناب امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی علمِ غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ رکھنا سراسر غیر اسلامی اور مشرکانہ ہے۔

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:

وہ تمام علوم جو آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ﷺ کے شایانِ شان تھے وہ سب آپ ﷺ کو عطاء کیے گئے، اور ان کا اندازہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اسی کے ساتھ میرا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح ساری کائنات کے علوم کو آنحضرت ﷺ کے علومِ مقدسہ سے کوئی نسبت نہیں، یہی حیثیت آپ ﷺ کے علوم کی حق تعالیٰ کے علم محیط کے مقابلہ میں ہے۔ (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم: ص/۳۱)

(۲) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ مفتیٔ اوّل دار العلوم دیو بند لکھتے ہیں:

"علم غیب علی الاطلاق صفتِ خاصہ باری تعالیٰ کی ہے اور صفاتِ خاصہ باری تعالیٰ کا غیر سے منفی ہونا قطعی ہے، لاشریک لہٗ فی الذات والصفات عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا ہے"۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج/۱۸، ص/۱۱۷)

(۳) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

"مغیبات کا بلا واسطہ علم اور اس کے اُصول وکلیات مختص باللہ ہیں"۔

(احسن الفتاویٰ: ج/۱، ص/۲۰۲)

(۴) مادرِ علمی دار العلوم دیو بند کے مایۂ ناز استاذ فقیہ الامت حضرت الاستاذ المکرم مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلی صاحب دامت فیوضہم لکھتے ہیں کہ:

الغيب صفة خاصة لله تعالىٰ لايعلمه إلا هو ومن قال غيرذالک فقد سها سهوًا كثيراً، والبحث عن الكلي والجزئي والذاتي والعطائي خروج عن المبحث. (بدائع الکلام: ص/۱۶۰)

مفتی صاح تاؤلی کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ عالم الغیب ہونا یہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی صفت ہے اور حضور ﷺ عالم الغیب نہیں، یہ بات جو کی جاتی ہے کہ یہ علم غیب کلی ہے، یہ علمِ غیب جزئی ہے، یہ علمِ غیب ذاتی ہے اور یہ علم غیب عطائی ہے یہ تمام کی تمام باتیں بحث سے خارج چیز ہیں، ان کے اندر پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) قطب الارشاد حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں کہ:

علمِ غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ: سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّاهُوَ.

پس اثبات علمِ غیب پر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے؛ مگر ہاں! جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندہ کو بذریعہ وحی یا کشف بتادیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتی ہے اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ جیسے: علم جنت اور دوزخ وغیرہ الخ

(فتاویٰ رشیدیہ: ص/۲۰۷)

(۶) ملّا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

ان الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله تعالىٰ أحيانًا، وذكر الحنفية تصريحًا بالتكفير باعتقاد أن النبي ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ''قُلْ لَّايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّااللّٰهُ''۔

''کہ انبیاء علیہم السلام وہی چیزیں جانتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار خبر دیتا ہے۔

(وحی، کشف) اور احناف نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ "نبی عالم الغیب ہے کفر ہے؛ کیونکہ یہ عقیدہ خدائے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے" کہ فرمادو اے نبی! آسمانوں اور زمینوں کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

(شرح الفقہ الاکبر: ص/۱۸۵، باب الانبیاء لم یعلموا المغیبات)

علمِ غیب کا عقیدہ شیعوں کا ہے:

آپ علیہ السلام کے بارے میں عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان و ما یکون کا عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا نہیں ہے؛ بلکہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے؛ کیونکہ شیعوں کی مستند کتاب "اُصول کافی" میں جگہ بہ جگہ یہی عقیدہ لکھا ہوا ہے کہ امام اور انبیاء عالم الغیب اور جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہیں؛ چنانچہ "اُصول کافی" میں ایک مستقل باب باندھا ہے:

"باب أن الأئمة عليهم السلام يعلمون علم ماكان ومايكون وأنهم لايخفى عليهم الشئ" (اصول کافی: ص/۲۶۰ جزء اوّل)

(۲) اِسی باب کے تحت لکھتے ہیں:

"...لأن موسى والخضر عليهما السلام أعطيا علم ماكان"

(اُصول کافی: ص/۲۶۱، جزء اوّل)

(۳) عن الحارث بن المغيرة، وعدة من أصحابنا منهم عبدالأعلى وأبوعبيدة وعبدالله ابن بشر الخثعمى سمعوا أباعبدالله يقول: إني لأعلم مافى السمٰوٰت ومافي الأرض وأعلم مافي الجنة وأعلم مافي النار، وأعلم ماكان ومايكون.

یعنی "یعنی ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ: بیشک میں آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو اسی طرح جنت وجہنم کی ساری چیزوں کو اور جمیع ما کان و ما یکون کو جانتا ہوں"۔

(اصول کافی: ص/۲۶۱، جزء اوّل)

(۴) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما أسري به لم يهبط حتى أعلمه الله تعالىٰ علم جميع ماكان ومايكون.

''یعنی آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم شبِ معراج میں دیا گیا تھا''۔

(أصول کافی حصہ اوّل: ص/۳۱۶، جزء سوم)

(۵) غلام نصیر الدین صاحب لکھتے ہیں:

''علمِ غیب حاضر و ناظر، مختارِ کل، استمداد وغیرہ یہ تمام عقائد شیعہ کے اندر موجود ہیں''۔ (خلاصۂ گھمن بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج/۱، ص/۴۱)

(۶) شیخ المشائخ محبوب سبحانی ظل رحمانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیعوں کے عقائد لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن ذالک قولهم ان الإمام يعلم كل شيئ ماكان ومايكون من الدنيا والدين حتى عدد الحصى وقطر الأمصار وورق الأشجار.

(خلاصۂ گھمن بحوالہ غنیۃ الطالبین: ج/۱، ص/۱۸۰)

علمائے بریلویت کے متضاد فتاویٰ:

بریلوی عالم مولانا احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: ''کہ رب نے شیطان کو بھی علمِ غیب دیا ہے''۔ (ازالۃ الریب بحوالہ نور العرفان: ص/۷۵۱، حاشیہ: ۱۳)

جبکہ دوسری طرف امیرِ دعوتِ اسلام مولانا الیاس عطاء بریلوی لکھتے ہیں: ''یہ عقیدہ رکھنا کہ جن کو بھی علمِ غیب ہے یہ کفر ہے''۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب: ۳۱۷)

تجزیہ: قارئین کرام! آپ خود دیکھئے! بریلوی عالم ایک دوسرے کی تکفیر کر رہے ہیں؛ کیونکہ شیطان بھی تو جن ہے، لہٰذا مولانا الیاس عطاء بریلوی کے قول کے مطابق کفر کا فتویٰ بریلوی عالم احمد یار خان نعیمی کے سر پر جالگا۔

نوٹ: میں نے اوپر جو ذکر کیا کہ ''شیطان بھی جن ہے'' اس کو حضرت مولانا

انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: ''واعلم أن الجن والشیطان من نوع واحد وأثیرهما في الإنسان بطریق واحد''۔ (ترمذی: ۱/ ۲۲۲، حاشیہ پہلی سطر میں)

کسی بھی پیغمبر کو علمِ غیب نہیں دیا گیا:

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں جو عظمت ورتبہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے وہ کسی اور حاصل نہیں ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے، اسی طرح علمی لحاظ سے بھی انبیاء علیہم السلام کو بہت اونچے مقام سے نوازا ہے اور جس طرح ان کے کسی فضل وشرف کو کوئی حاصل نہیں کرسکتا، بالکل اسی طرح ان کے علمی مقام تک کوئی پہونچ نہیں سکتا؛ مگر اتنے فضائل وشرف کے باوجود انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں تھے؛ کیونکہ یہ صفت تو صرف اور صرف باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں تو وہ عالم الغیب کیسے ہوا؟ معلوم ہوا یہ صفتِ مخلوق ہے نہ کہ صفتِ خالق۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باعتبار مخلوق جو چیز مخفی ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

چنانچہ روح المعانی میں اس کا جواب دیتے ہوئے علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

وکون ذالک غیبًا بإعتبارہ بالناس ونحوهم لابالله عز وجل فإنه سبحانهٗ وتعالیٰ لایغیب عنه شیئ. (روح المعانی: ۱۱/ ۱۷، حاشیہ جلالین: ص/ ۴۵۶)

قارئین! اب ہم قرآنِ کریم اور احادیثِ رسول سے یہ بات واضح کریں گے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا:

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کو کس قدر انعام سے نوازا ہے اور کس قدر ان کو عظمت وشرافت عطا کی؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ

السلام کے سامنے فرشتوں کو سر جھکانے کے لیے حکم دیا اور جنت میں مَن مانی کرنے کی اجازت دیدی جس جنت کے حصول کے لیے آج اولادِ آدم عبادتِ خداوندی میں ملوث ہے، الغرض! حضرت آدم علیہ السلام کو اتنی فضیلت وشرافت حاصل ہونے کے باوجود آپ کو علمِ غیب نہیں تھا؛ چنانچہ اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۞ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (سورۃ الاعراف)

ترجمہ: پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کی شرم کی جگہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں، ایک دوسرے کے سامنے کھول دے۔ کہنے لگا کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں اس درخت سے کسی اور وجہ سے نہیں؛ بلکہ صرف اس وجہ سے روکا تھا کہ کہیں تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل ہوجائے اور ان کے سامنے وہ قسمیں کھا گیا کہ یقین جانو میں تمہارے خیرخواہوں میں سے ہوں اس طرح اس نے دونوں کو دھوکا دے کر نیچے اُتار ہی لیا۔ (اعراف، آیت:۲۰)

تجزیہ: اِن آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو ابلیس ملعون کے فریب میں کبھی نہ آتے اور نہ اس کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کرتے، ورنہ حضرت آدم علیہ السلام شیطان کے مکروفریب میں کیوں آئے؟

چنانچہ مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فدلّٰهما بغرور أي: غرهما باليمين وكان آدم يظن أن أحدا لا يحلف بالله كاذبًا''۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام شیطان کی قسم پر متأثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ (تفسیر رازی: ج ر ۱۳، ص ر ۵۳، حاشیہ جلالین: ۱۳۰)

علّامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

انهما صدقا ماقاله فأقدما على مانهياعنه۔ (روح المعانی: ج/۵،ص/۱۴۹)

علّامہ بغویؒ فرماتے ہیں:

فلما خلف ظن آدم أن أحداً لايحلف بالله كاذبا، فاغترّبه۔

(معالم التنزیل: ج/۳،ص/۲۱۹)

حضرت نوح علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا:

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ساڑھے نوسو سال تک قوم کو نصیحت کرتے رہے، ان کو بھی علمِ غیب تھا، اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح انداز میں بیان کردیا کہ نوح علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ نَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ وَ اِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَ اَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِیۡنَ ۝ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ٭ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ (سورۃ ہود، پ:۱۲، آیت:۴۵)

ترجمہ: اور نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ: اے میرے پروردگار! میرا بیٹا میرے گھر ہی کا ایک فرد ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سارے حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔ اللہ نے فرمایا: اے نوح! یقین جانو وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو ناپاک عمل کا پلندہ ہے، لہٰذا مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کی تمہیں خبر نہیں، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں شامل نہ ہو۔ نوح نے کہا: میرے پروردگار میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اِس بات سے کہ آئندہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔

فائدہ:

مذکورہ آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس سوال و جواب کا ذکر ہے، جس کو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کے متعلق رب العالمین سے کیا تھا۔
اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علّامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
''إنّی أعظک أن تکون من الجاهلین بسوالک مالم تعلم''
اوراس کے محشیؒ لکھتے ہیں: وأمافیمن تجهل قبول الشفاعة فیه لایلیق منک أن تقدم علی السؤال فیه. (جلالین:ص/۱۸۳، حاشیہ ۲۹)
تفسیر خازن میں ''مالیس لی به علم'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
یعنی إنک أنت علّام الغیوب وأنا لاأعلم ماغاب عنی فأعتذر إلیک من مسألتی مالیس لی به علم، قوله تعالیٰ: ''مِنَ الْجَاهِلِیْنَ'' یدل علی أن ذالک السؤال کان جهلًا ولم یعلم ماغاب عنه. (تفسیر خازن: ج/۲، ص/۴۸۸)
تفسیر ابن عباس میں ہے: إنی أعظک أن تکون من الجاهلین بسوالک إیّاي مالم تعلم. (تفسیر ابن عباس:ص/۲۳۶)
تفسیر مظہری میں ہے:
وقال الشیخ أبومنصور: لکان إبن نوح منافقا لایعلم نوح بکفره، قوله تعالیٰ: ''مَالَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ'' أي: مالاعلم لی بصحته. (مظہری:۴/۳۹۹)
تفسیر بغوی میں ہے: ولم یعلم بذالک نوح. (معالم التنزیل:۴/۱۸۱)
تفسیر درمنثور میں ہے:
''اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ'' قال: أن تبلغ بک الجهالة أنی لاأفِيّ بوعد وعدتک حتی تسألنی. (درّمنثور:۸/۸۰)
تفسیر روح المعانی میں ہے: أي لاتعلم یقینا أن حصوله صواب.
(روح المعانی: ج/۷، ص/۱۰۳)

آگے لکھتے ہیں: وأنه لایعلم له بذالک فلذالک سأل فيه.

(روح المعانی: ج ر ۷، ص ر ۱۰۵)

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''نیز کنعان کو اس کی منافقانہ اوضاع واطوار دیکھ کر غلط فہمی سے مؤمن سمجھ رہے تھے''۔

آگے لکھتے ہیں:

مقامِ تعجب ہے کہ پیغمبرانہ فراست کی روشنی میں صریح آثار کفر کے باوجود ایک کافر کا حال مشتبہ رہے۔ (ترجمہ شیخ الہند: ص ر ۲۹۳، حاشیہ ۵)

قارئین! مذکورہ آیات اور مفسرین کے اقوال وتشریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو دوسرے کے بارے میں انہیں کیا علمِ غیب حاصل ہوتا، خود اپنے گھر کے معاملات کے بارے میں ان کو علمِ غیب حاصل نہ تھا کہ یہ طوفان میرے لڑکے کو نہیں بچائے گا اور اگر حضرت نوح علیہ السلام کو پہلے سے علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ میرے لڑکے کنعان کو نہیں بچائے گا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ خود اس کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوگا تو حضرت نوح علیہ السلام کبھی بھی اس سوال کی جرأت نہ کرتے، جبکہ وہ خود اپنی لاعلمی کا اظہار کررہے ہیں: ''مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ'' سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی علمِ غیب نہیں تھا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کو خلیل اللہ کا لقب ملا اور جنہوں نے باری تعالیٰ کا ہر امتحان پاس کیا، یہاں تک کہ اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چاقو چلایا اور جن کو قرآن پاک نے ''لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ'' (بے شک ابراہیم تحمل والا نرم دل ہے رجوع رہنے والا ہے) کہا، ایسے جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود بھی وہ عالم الغیب نہیں تھے؛ چنانچہ قرآن کریم نے صراحۃً ان سے علمِ غیب کی نفی کی ہے۔ سورہ ہود میں ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اَرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۝ (سورۃ ہود، پ:۱۲، آیت:۶۹)

ترجمہ: اور ہمارے فرشتے (انسانی شکل میں) ابراہیم کے پاس (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری لے کر آئے، انہوں نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی سلام کہا، پھر ابراہیم کو کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ (ان کی مہمان کے لیے) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے؛ مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (بچھڑے) کی طرف نہیں بڑھ رہے، تو ان سے کھٹک گئے، اور ان کی طرف سے دل میں خوف محسوس کیا، فرشتوں نے کہا: ڈریے نہیں، ہمیں (آپ کو بیٹے کی خوش خبری سنانے اور) لوط کی قوم کے پاس بھیجا گیا ہے۔

فائدہ:

آپ مذکورہ قصہ کو بالتفصیل جانتے ہیں یہاں مقصد قصہ بیان کرنا نہیں ہے؛ بلکہ مقصدِ اصلی یہ بیان کرنا ہے کہ اس قصہ سے صراحتاً یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا؛ کیونکہ اگر ان کو علمِ غیب حاصل ہوتا تو وہ فرشتوں سے خوف نہ کرتے اور نہ فرشتوں کو انسان سمجھتے اور نہ ان کے سامنے بچھڑا بھون کر لاتے؛ چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

فخاف إبراهيم أن يريدوا به سوءًا فاضطربت مفاصله.

(درّ منثور: ج/۸، ص/۹۲)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

فلما راٰهم لا يأكلون فزع منهم، وأوجس منهم خيفة.

(ابن کثیر: ج/۴، ص/۳۳۳)

تفسیر خازن میں ہے:

فخاف أن ينزلوا به مكروها لامتناعهم من طعامه ولم يعرف أنهم ملائكةً. (خازن: ج/۲، ص/ ۴۹۳)

تفسیر مظہری میں ہے:

فخاف أن يريدوا به مكروها وظنهم لصوصا. (تفسیر مظہری: ج/ ۴، ص/ ۴۰۶)

تفسیر ابن عباس میں ہے:

وقع في نفسه خوفا منهم وظن أنهم لصوص. (تفسیر ابن عباس: ص/ ۴۳۹)

قارئین! ایسے بہت سے واقعات قرآن میں مذکور ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے علمِ غیب کی نفی کرتے ہیں، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے واقعہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ان کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا؛ کیونکہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے علم ہوتا کہ میں آگ میں جاؤں گا تو آگ ٹھنڈی ہو جائے گی، تو ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جانے کا کوئی کمال باقی نہیں رہتا۔

اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ میں اسماعیل علیہ السلام کو گردن میں چھری چلاؤں گا تو چھری نہیں چلے گی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹے کی قربانی کرنے کا کوئی کمال باقی نہیں رہتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی علمِ غیب نہیں تھا:

آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سے خوب واقف ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات پر بادشاہت عطا فرمائی تھی اور پرندوں کی بولی کی سمجھ عطا کی تھی اور وہ پرندوں سے مختلف کام لیتے تھے اور جن کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیے اور وہ ملک عطا فرمایا جو ان سے قبل یا بعد میں کسی کو بھی نہ ملا، جن، ہوا، اور پرندوں کو ان کے لیے مسخر فرما دیا، ان سب انعامات کے باوجود بھی ان کو علمِ غیب عطا نہیں کیا گیا؛ چنانچہ قرآنِ کریم نے متعدد مقامات پر ان سے علمِ غیب کی نفی کی ہے،

ان میں سے ایک مقام سورۂ نمل میں یوں مذکور ہے:

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

(سورۂ نمل، پ:۱۹، آیت:۲۰)

ترجمہ: اور حضرت سلیمان نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی تو کہا: کیا بات ہے، مجھے ہُد ہُد نظر نہیں آرہا ہے، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اُسے سخت سزا دوں گا، یا اُسے ذبح کر ڈالوں گا، اِلا یہ کہ وہ میرے سامنے کوئی واضح وجہ پیش کرے، پھر ہُد ہُد نے زیادہ دیر نہیں لگائی اور (آ کر) کہا کہ: میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں، جن کا آپ کو علم نہیں ہے، اور میں ملکِ سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت کو پایا جو ان لوگوں پر بادشاہت کر رہی ہے، اور اس کو ہر طرح کا ساز و سامان دیا گیا ہے، اور اس کا ایک شاندار تخت بھی ہے۔

فائدہ:

آیاتِ مذکورہ میں ایک واقعہ کا تذکرہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے سلیمان علیہ السلام نے اُڑنے والی فوج کا جائزہ لیا، ہُد ہُد ان میں نظر نہ آیا، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کیا بات ہے ہُد ہُد کو میں نہیں دیکھتا، آیا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا یا حقیقت میں وہ غیر حاضر ہے؟ میں ضرور اس کو سخت سزا دوں گا، ہوسکتا ہے اس کو ذبح ہی کر دوں یا میرے پاس کوئی معقول عذر پیش کرے، اتنے میں ہُد ہُد آیا، جب حضرت

سلیمان نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو ہُد ہُد نے کہا: میں ملکِ سبا سے کچھ ایسے حالات معلوم کر کے آیا ہوں، جو آپ کو معلوم نہیں؛ چنانچہ اس نے تمام واقعہ بیان کیا......الخ

الغرض! مذکورہ اِن آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا؛ کیونکہ اگر ان کو علمِ غیب ہوتا اور وہ عالم الغیب ہوتے تو پرندوں کی حاضری لینے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہُد ہُد کو نہ پانے کی وجہ سے غمگین ہوتے؛ بلکہ وہ خوش ہوتے کہ ملکِ سبا کے لوگ اور بادشاہ سب ایمان بھی لے آئیں گے اور ملک بھی ہمارے تحت ہو جائے گا، اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علمِ غیب حاصل ہوتا تو ان کو ملکۂ سبا کے بارے میں معلومات ضرور ہوتی، حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہُد ہُد کی خبر پر یقین نہیں آیا، اس وجہ سے انہوں نے ہُد ہُد سے فرمایا: ہمارا یہ خط ان تک پہنچاؤ اور سبا والوں سے اس کا جواب لے آؤ، تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم سچے ہو یا جھوٹے ''اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ''۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قوله تعالیٰ: ''احطت بمالم تحط به'' أي: اطلعت على مالم تطلع عليه انت ولا جنودک. (ابن کثیر: ج/۶، ص/۱۸۶)

تفسیر خازن میں ہے:

أي علمت مالم تعلم وبلغت مالم تبلغ أنت ولا جنودک.

(خازن: ج/۳، ص/۳۴۲)

تفسیر ابن عباس میں ہے:

بلغت إلى مالم تبلغ وعلمت مالم تعلم أيها الملک. (ابن عباس: ص/۳۹۹)

تفسیر درمنثور میں ہے:

عن قتادة في الآية قال: ذكر لنا أن سليمان أراد أن يأخذ مفازة فدعا بالهد هد، وكان سيد الهداهد، ليعلم له مسافة الماء. (درمنثور: ج/۱۱، ص/۳۴۹)

الغرض! آیاتِ مذکورہ اور اقوالِ مفسرین سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا، جیسا کہ ہدہد خود اقرار کررہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا تو ہُد ہُد کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی علمِ غیب نہیں تھا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات جیسی کتاب عطا فرمائی اور کلیم اللہ جیسا لقب ملا، اس کے باوجود وہ بھی عالم الغیب نہیں تھے؛ چنانچہ قرآنِ کریم میں بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ کوہِ طور کا بھی ہے جس کے اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں دیدار کا خواہش مند ہوں۔قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ ہو:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ (سورۃ اعراف،پ:۹،آیت:۱۴۳)

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر پہونچے اور ان کا رب ان سے ہم کلام ہوا تو وہ کہنے لگے: میرے پروردگار! مجھے دیدار کرادیجیے کہ میں آپ کو دیکھ لوں، فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکوگے؛ البتہ پہاڑ کی طرف نظر اُٹھاؤ، اس کے بعد اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ لوگے۔

تفسیر مظہری میں ہے:

والظاهر أن موسٰی من قبل نزول قوله ''لن ترانی'' کان لایعرف عدم الوقوع في الدنیا. (مظہری:ج/۳،ص/۴۳۰)

تفسیر خازن میں ہے: وقیل إنما سأل الرؤیة ظنا منه بأنه تعالٰی یری في الدنیا. (تفسیر خازن: ج/۲،ص/۲۴۵)

اسی طرح ان کا دوسرا واقعہ بھی اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو علمِ غیب نہیں تھا؛ چنانچہ قرآن میں ہے:

وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ (سورۃ الاعراف، پ:۹، آیت:۱۵۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰ غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو انہوں نے کہا: کیا تم نے اتنی جلد بازی سے کام لیا کہ اپنے رب کے حکم کا بھی انتظار نہیں، اور یہ کہہ کر انہوں نے تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی (ہارون علیہ السلام) کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔

فائدہ:

مذکورہ آیات میں یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر کافی دن لگ گئے اور سامری نے بچھڑے کو معبود بنا کر لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف مائل کر دیا، حضرت ہارون علیہ السلام قوم کو سمجھاتے رہے؛ لیکن قوم نے نہ مانی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے تشریف لائے اور قوم کو اس حالت میں دیکھ کر جذبۂ توحید سے سرشار ہو کر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اور سر پکڑ کر خوب کھینچا کہ شاید انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہوگی، جب حضرت ہارون نے تسلی بخش جواب دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس فعل پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔

الغرض! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علمِ غیب ہوتا تو اپنے بڑے بھائی اور پیغمبر کی کبھی ایسی بے حرمتی نہ کرتے اور یہ بھی صرف اس وجہ سے کی، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا شاید میرے بھائی نے کوتاہی کی ہے؛ اس لیے قوم گمراہ ہوگئی ہے، اور دوسری بات

یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اگر علمِ غیب ہوتا تو قوم کی یہ حالت خود بخود پہلے سے معلوم ہوجاتا، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باقاعدہ اطلاع دی ہے کہ قوم کی خبر لو؛ چنانچہ

روح المعانی میں ہے:

وقد أخبره سبحانهٗ بذالک قیل رجوعه. (روح المعانی: ج/۵،ص/۱۴۹)

تفسیر کبیر میں ہے:

أنه تعالیٰ ذکر في سورة طٰهٰ أنه أخبره بوقوع تلک الواقعة في المیقات.

(تفسیر کبیر: ج/۱۵،ص/۱۱)

تفسیر خازن میں ہے:

ان اللّٰه کان قد أخبره أنه فتن قومه وأن السامری قد أضلّهم.

(خازن: ج/۲،ص/۲۵۱)

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں تھے؛ چنانچہ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۝۶۲ ..... قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۝۶۶ (سورۃ الکہف، پ:۱۵)

ترجمہ: پھر جب دونوں آگے نکل گئے، تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ: ہمارا ناشتہ لاؤ، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ لاحق ہوگئی...... موسیٰ نے ان سے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے، اس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں۔ (کہف)

فائدہ:

اس واقعہ سے یہ بات اُظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا، ورنہ حضرت موسیٰ کو اتنا طویل سفر کر کے طلبِ علم کے لیے جانے کی کیا ضرورت تھی، اسی طرح ایک منزل مقصود سے تجاوز کر کے ایک دن ایک رات زیادہ سفر نہ کرتے اور حضرت خضر سے بار بار سوال نہ کرتے اس بات کے خوف سے کہ اگر میں سوال کروں تو مجھے اپنے پاس سے دُور کر دے گا، معلوم ہوا ان کا سوال وغیرہ کرنا عدمِ علم کی بنیاد پر ہے؛ چنانچہ روح المعانی میں ہے:

أنهما انطلقا بقية يومهما وليلتهما حتى إذا كان الفعل وارتفع النهار أمس موسٰی بالجوع. (روح المعانی: ج/۹، ص/ ۴۵۵)

آگے لکھتے ہیں:

تنبيها على أن العلم لايحصل إلا بتعليم الله تعالٰى.

(روح المعانی: ج/۹، ص/ ۴۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی علمِ غیب نہیں تھا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو من جانب اللہ روح اللہ کا لقب ملا اور بہت راز کی باتوں کو جانتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا؛ لیکن اس کے باوجود وہ ہستی بھی علم جمیع ما کان وما یکون کے عالم نہیں تھے؛ چنانچہ قرآن میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ (سورۃ مائدہ، پ:۷، آیت:۱۱۶)

یعنی اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا، آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا، یقیناً آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تعلم ما في غيبي ولا أعلم وما في غيبك. (بغوی: ج/۳،ص/۱۲۱)

تفسیر خازن میں ہے: أي: تعلم ما أعلم ولا أعلم ما تعلم.

(خازن: ج/۲،ص/۹۴)

قارئینِ کرام! آپ کے یہ سامنے چند جلیل القدر انبیاء کرام کا تذکرہ ہے جن سے قرآن نے صراحتاً علمِ غیب کا نفی کیا ہے، باقی انبیاء کرام کا تذکرہ آپ کے سامنے اس لیے نہیں کیا جا رہا کہ مقصد اصلی فوت نہ ہو جائے۔

غرض یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب ہونا یہ صفتِ خداوندی ہے، جس میں اس کے لیے کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہیں تھا:

اب ہم یہاں سے موضوع کتاب اور مقصدِ اصلی بیان کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ اس کتاب میں قرآنِ کریم کے قطعی نصوص سے اور احادیثِ رسول سے اور اقوالِ صحابہ، مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات واضح کریں گے کہ امام الانبیاء سیّد المرسلین وخاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہیں تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے۔

قرآن شریف سے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

(سورۂ نمل، پ:۱۶، آیت:۶۵)

ترجمہ: کہہ دو کہ: اللہ کے سوا آسمانوں اور زمینوں میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے۔

فائدہ: اِس آیت کے شانِ نزول کے متعلق صاحبِ جلالین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سألوه عن وقت قيام الساعة فنزل. (جلالین:ص/٣٢٣)

یعنی جب مشرکین نے آپ علیہ السلام سے وقوعِ قیامت کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یہی شانِ نزول علّامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب معالم التنزیل میں لکھا ہے:

نزلت في المشركين حيث سألوا رسول الله ﷺ عن وقت قيام الساعة. (معالم التنزیل:ج/٦،ص/١٧٣)

نیز تفسیر خازن میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (خازن:ج/٣،ص/٣٥٣)

علّامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي لايعلم أحد ذالک إلا الله عزوجل فإنه المنفرد بذالک وحدهٗ لاشريک له كماقال تعالىٰ: ''وعندهٗ مفاتح الغيب لايعلمها إلاالله'' وقال ''إن الله علم الساعة الخ'' والآيات في هٰذا كثيرة.

(ابن کثیر:٦/٢٠٧)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے وہی اس کے ساتھ متفرد اور منفرد ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا: ''عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ'' (اس کے پاس ہی غیب کی چابی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا) اسی طرح فرمایا ''اِنَّ اللّٰهَ عِلْمُ السَّاعَةِ'' اور اس مضمون کے بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں۔

تفسیر مظہری میں ہے:

قولهٗ تعالىٰ: ''لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' من الجن والإنس ومنهم الأنبياء عليهم السلام.

آگے لکھتے ہیں:

وانه تعالیٰ لم يطلع على ذالك أحد ابل استأثر علمه لنفسه فلايتصور لهم العلم به. (تفسیر مظہری: ج/۷، ص/۱۳۳)

تفسیر خازن میں ہے:

والمعنى أن الله هو الذي يعلم الغيب وحدهٗ ويعلم متى تقوم الساعة. (خازن: ج/۳، ص/۳۵۲)

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

والمعنى: لايعلم أحد الغيب إلا الله. (مدارک: ص/۸۴۶)

آگے لکھتے ہیں:

وهو اختصاصه تعالىٰ بعلم الغيب وأن العباد لاعلم لهم بشيئ منه أنه لماذكر أن العباد لايعلمون الغيب. (مدارک: ص/۸۴۷)

روح المعانی میں ہے:

وهو اختصاصه تعالىٰ بعلم الغيب. (روح المعانی: ج/۱۱، ص/۱۴)

حاشیۂ جلالین میں ہے:

والمعنىٰ: قل لايعلم الأشياء التي تحدث في السمٰوٰت والأرض الغائبة عنا إلا الله تعالىٰ.

یعنی آپ یہ بات اعلان کردیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ان مخفی چیزوں کو جو آسمان اور زمین میں رونما ہوتی ہیں۔ (حاشیہ: ۱۳/ص/ ۳۲۳)

تفسیر بیضاوی میں ہے:

وهو كاللازم له وهو التفرد بعلم الغيب. (بیضاوی: ص/۷۳)

الغرض! اِس آیت سے یہ ثابت ہوگیا کہ آسمان اور زمین میں رہنے والی مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا اور علمِ غیب یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

(سورۃ لقمان، پ:۲۱، آیت:۳۴)

ترجمہ: یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کونسی زمین میں اُسے موت آئے گی، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

فائدہ: قرآنِ کریم کی اس آیت میں جس علم کی اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے وہ علم کلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کے کلیات کا بطور کلی علم صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے، اور آگے بعض احادیث وآثار اور اقوالِ علماء میں سے جو بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہوگا وہ صرف علم جزئی ہے، اور ایجاب جزئی رفع ایجاب کلی کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔

چنانچہ اِسی بات کو علّامہ آلوسی حنفیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

فاللائق أن لايعتبر في الأية سلب العموم بل يعتبر عموم السلب

یعنی یہ بات لائق اور قابل ہے کہ آیت میں سلبِ عموم کا اعتبار نہ کیا جائے؛ بلکہ عمومِ سلب کا اعتبار کیا جائے۔ (روح المعانی: ج/۱۱، ص/۲۰)

بعینہٖ اِسی بات کو ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ:

فإن قلت قد أخبر الأنبياء والأولياء بشيئ كثير من ذالک فكيف الحصر؛ قلت: الحصر بإعتبار كلياتها دون جزئياتها.

یعنی اگر تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام نے ان پانچ میں سے بہت سی چیزوں کے بارے میں خبر دی ہے تو حصر کیسے صحیح ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے؟ تو جواب میں، میں کہوں گا کہ حصر کلیات کے اعتبار سے ہے نہ کہ جزئیات کے لحاظ سے۔ (مرقات: ج/۱،ص/٦٦)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ملّا علی القاریؒ کی عبارت بھی بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان اُمورِ خمسہ کے کلیات مختص ہیں، اور حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرات اولیاء کرام نے ان میں سے جو چیزیں بتائی ہیں وہ چند جزئیات ہیں نہ کہ کلیات۔ فتدبر

نوٹ: یہاں رُک کر ایک بات یہ بھی سمجھنی چاہیے کہ آیت میں مذکورہ پانچ اشیاء کے ساتھ خاص کرنا سائل کے پیش نظر ہے؛ کیونکہ سائل نے انہیں پانچ اشیاء کے متعلق سوال کیا ہے؛ چنانچہ مذکورہ آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ:

جب حارث بن عمرو نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ اور میں نے کھیتی بو کر اس میں بیج ڈالا ہے، بتایئے بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے بتایئے اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ اور بتایئے آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے علم ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا آپ بتایئے کہ میں کس زمین میں مروں گا؟

نزلت هٰذه الآية لماقال الحارث بن عمرو للنبي ﷺ متى الساعة وأنا قد ألقيت الحب في الأرض فمتى السماء تمطر وامرأتي حاملة فهل حملها ذكر أو أنثٰى وأيُّ شيئٍ أعمله غداً ولقد علمت بأيّ أرض ولدت فبأيّ أرض أموت؟ (جلالین: ص/۳۴۸، بغوی: ج/۷، ص/۲۷۱)

یہی بات علّامہ آلوسیؒ بھی لکھتے ہیں کہ:

أن كل غيب لايعلمه إلا الله عز وجل، وليس المغيبات محصورة بهٰذه الخمس، وإنما خصّت بالذكر لوقوع السؤال عنها.

(روح المعانی: ج/۱۲، ص/۱۶۸)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

هٰذه مفاتيح الغيب التي استأثر الله تعالىٰ بعلمها فلا يعلمها أحد إلا بعد إعلامه تعالىٰ بها، فعلم وقت الساعة لا يعلمه نبي مرسل ولا ملك مقرب.

یعنی یہ مفاتیح الغیب جن کو اللہ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، ان کو بلا اطلاع اور بغیر بتائے ہوئے کوئی بھی نہیں جانتا؛ چنانچہ وقوعِ قیامت کا علم نہ کسی نبی مرسل کو ہے اور نہ کسی مقرب فرشتہ کو۔ (ابن کثیر: ج/۶، ص/۳۵۲)

تفسیر مظہری میں ہے: أي: لا يعلمها أحد غيره. (مظہری: ج/۷، ص/۲۷۱)

تفسیر ابن عباس میں ہے: وهو مخزون عن العباد. (ابن عباس: ص/۴۳۵)

تفسیر خازن میں ہے:

قال ابن عباس: هٰذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفىٰ فمن ادعىٰ أنه يعلم شيئا من هٰذه فإنه كفر بالقرآن لأنه خالفهٗ.

(خازن: ج/۳، ص/۴۰۱)

تفسیر مدارک میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: من ادعىٰ علم هٰذه الخمسة فقد كذب.

(مدارک التنزیل: ص/۹۱۲)

تفسیر کبیر میں ہے:

إن هٰذا العلم مما لم يحصل لغير الله. (تفسیر کبیر: ج/۲۵، ص/۱۶۵)

روح المعانی میں ہے:

ان كل غيب لا يعلمه إلا الله عز وجل. (روح المعانی: ج/۱۲، ص/۱۶۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۳) وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ (سورۃ الاعراف، پ:۹، آیت:۱۸۸)

ترجمہ: اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی۔

فائدہ: اِس آیت میں بتلایا گیا کہ کوئی بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو اپنے اندر علم محیط نہیں رکھتا ہے، سیّد الانبیاء جو علوم اوّلین و آخرین کے حامل ہیں، ان کو بھی یہ اعلان کرنے کا حکم ہے کہ مجھے جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں ہے؛ کیونکہ اگر میں غیب کی ہر بات جان لیا کرتا تو بہت سی وہ بھلائیاں اور کامیابیاں بھی حاصل کر لیتا جو علمِ غیب نہ ہونے کی وجہ سے کسی وقت فوت ہو جاتی ہیں، نیز کبھی کوئی ناخوشگوار حالت مجھ کو پیش نہ آیا کرتی، مثلاً ''اِفک'' کے واقعہ میں کتنے دنوں تک حضور ﷺ کو وحی نہ آنے کی وجہ سے اضطراب اور قلق رہا۔

حجۃ الوداع میں تو صاف ہی فرمایا: ''لو استقبلت من أمري ما استدبرت لما سقت الهديَ'' ''اگر میں پہلے سے اس چیز کو جانتا جو بعد میں پیش آئی تو ہرگز ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا''۔

اِس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کی روک تھام ''علمِ محیط'' رکھنے کی صورت میں نہایت آسانی سے ممکن تھی۔

ان سب سے بڑھ کر عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ ''حدیث جبرئیل'' کی بعض روایات میں آپ ﷺ نے صراحتاً فرمایا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے جبرئیل کو واپسی کے وقت تک نہیں پہچانا، جب وہ اُٹھ کر چلے گئے تب علم ہوا کہ جبرئیل تھے، یہ واقعہ بتصریحِ محدثین بالکل آخر عمر کا ہے۔

بہر حال اِس آیت میں بتلا دیا گیا کہ علمِ محیط نبوت کے لوازم میں سے نہیں ہے جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے ہیں:

إن بعض من لم يرسخ في الإيمان كان يظن ذالك حتى كان يرى أن صحة النبوة تستلزم إطلاع النبي ﷺ على جميع المغيبات.

(فتح الباری: ج ر ۱۳، ص ر ۴۵۰)

قارئین کرام! اب اِس آیت کی تفسیر مفسرین کرام سے پوچھتے ہیں؛ چنانچہ علّامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

’’ولو کنت أعلم الغیب لاستکثرت من الخیر‘‘ یعنی لاستکثرت من جلب المنافع ودفع المضار حتی لایمسنی سوء یعنی أجتنب عمایکون من الشر والفتنة.

یعنی اگر میں غیب جانتا تو میں منافع کو حاصل کر لیتا اور مضرات سے محفوظ رہتا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔ (تفسیر مظہری: ج ۴، ص ۷۰)

آگے لکھتے ہیں: والتبرئ عن دعوی العلم بالغیب.

کہ آیت میں دعویٔ علمِ غیب سے بیزاری کا اظہار ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بالکل یہی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیه التبرئ عن إدعاء العلم بالغیوب.

کہ اِس آیت میں غیب کے علم کے دعوے سے بیزاری کا اعلان ہے۔

(بیضاوی: ج ۳، ص ۳۸)

تفسیر جلالین میں جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

ولو کنت أعلم الغیب ماغاب عنی لاستکثرت من الخیر ومامسني السوء من فقر وغیره لإحترازی عنه بإجتناب المضار.

یعنی اگر میں وہ چیز جانتا جو مجھ سے غائب ہے تو میں بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھے غربت وغیرہ کی شکل میں تکلیف نہ پہنچتی، اس طور پر کہ غیب کے علم سے تکلیف دہ چیزوں سے بچ جاتا۔ (جلالین: ص ۱۴۶)

تفسیر روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

وعدم العلم به ممالایطعن في منصبه الجلیل.

کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض چیزوں کا علم نہ ہونا، اس سے منصبِ نبوت پر کوئی طعن نہیں آتا۔ (روح المعانی: ج ۶، ص ۱۹۸)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

احتج الرسول ﷺ علی عدم علمه بالغيب بقوله "ولو كنت أعلم الغيب" والتقدير: ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من تحصيل الخير، ولاحترزت عن الشر حتى صرت بحيث لايمسني سوء، ولمالم يكن الأمر كذالك ظهر ان علم الغيب غير حاصل عندي.

یعنی اگر میں غیب جانتا تو میں منافع کو حاصل کر لیتا اور شر سے محفوظ رہتا حتیٰ کہ مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی، اب جب معاملہ اس کے برعکس ہے تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مجھے علمِ غیب حاصل نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج/١٥، ص/٨٩)

تفسیر مدارک التنزیل میں علّامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

هو اظهار للعبودية وبراءة عمايختصُّ بالربوبية من علم الغيب.

یعنی آیت میں بندگی ہونے کا اظہار ہے اور اس علم غیب سے براءت کا اظہار ہے جو مختص بالربوبیت ہے۔ (مدارک التنزیل: ص/٣٨٨)

آگے لکھتے ہیں:

ولم أكن غالبا مرةومغلوبًا أخرى في الحروب، إن أنا إلاعبد ومامن شأني أن أعلم الغيب.

یعنی اگر میں غیب جانتا تو جنگوں میں کبھی غالب اور کبھی مغلوب نہ ہوتا (بلکہ ہمیشہ غالب ہی رہتا) میں تو ایک انسان ہوں اور علمِ غیب کو جاننا میری شان نہیں ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

لأجتنبت مايكون من الشر قبل أن يكون.

کہ میں غیب جانتا تو بُرائی اور تکلیف پہنچنے سے پہلے ہی بچ جاتا۔

(درّ منثور: ج/٦، ص/١٩٢)

تفسیر خازن میں علّامہ علاء الدین الخازنؒ لکھتے ہیں:

ومعناه: أنا لا أدعي علم الغيب.
یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ: میں علمِ غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(خازن: ج/۲، ص/۲۸۰)

تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

أمره الله أن يفوض الأمور إليه وأن يخبر عن نفسه أنه لا يعلم الغيب ولا اطلع له على شيئ من ذالک.

یعنی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ تمام معاملات اللہ کو سپرد کردیں اور یہ بھی بتادیں کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے اور نہ ان چیزوں میں سے کسی پر واقف ہیں۔ (ابن کثیر: ص/۵۲۳)

غرض یہ کہ ان تمام مفسرین کی اقوال سے معلوم ہو کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے؛ کیونکہ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو آپ کو اِس قدر پریشانیوں کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۴) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ.

(سورۃ ہود، پ:۱۲، آیت:۱۲۳)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جتنے پوشیدہ بھید ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہیں، اور اسی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جائیں گے۔

اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أي خاصة لا يخفى عليه خافية فيهما.

یعنی غیب باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور زمین و آسمان کی کوئی مخفی چیز اس پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (بیضاوی: ج/۳، ص/۱۲۵)

علّامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

یعنی أنه تعالیٰ لایخفٰی علیه شیئ من أحوالهما فإنه العالم وحده به.
یعنی آسمان اور زمین والوں کے احوال اللہ پر مخفی نہیں ہیں؛ کیونکہ اسی کو وہی تنہا جانتا ہے۔ (جلالین: ص/۱۸۴)

تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

یخبر تعالیٰ أنه عالم غیب السمٰوٰت والأرض. (ابن کثیر: ج/۴، ص/۲۶۴)
تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

أي: لهٗ تعالیٰ خاصة علم ماغاب عن العباد فیهما.
یعنی آسمان اور زمین میں بندوں سے جو چیزیں غائب ہے اس کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ (مظہری: ج/۴، ص/۴۳۷)

قارئین! ایک مشہور قاعدہ ہے جس کو آپ بھی جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ ''التقدیم ماحقه التأخیر یفید الحصر والتخصیص''.

اسی قاعدہ کا لحاظ کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قولهٗ تعالیٰ: ''وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' یفید الحصر معناهٗ: أن العلم بهٰذه الغیوب لیس إلا لله تعالیٰ.
یعنی باری تعالیٰ کا قول ''لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیوبات کو جاننا اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

(تفسیر کبیر: ج/۵، ص/۳۳۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۵) وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ

ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴿۵۹﴾

(سورۃ انعام، پ:۷، آیت:۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اُسے علم نہ ہو، اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔

فائدہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے پاس ہیں، وہی ان میں سے جس خزانہ کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس اور عقل وغیرہ آلات ادراک کے ذریعہ سے علومِ غیبیہ تک رسائی پاسکے یا جتنے غیوب اس پر منکشف کردیے گئے ہیں ان میں ازخود اضافہ کرلے؛ کیونکہ علومِ غیبیہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں، خواہ لاکھوں کروڑوں جزئیات اور واقعاتِ غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کردیا گیا ہو، تاہم غیب کے اُصول وکلیات کا علم جن کو مفاتح الغیب کہنا چاہیے حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص کررکھا ہے۔

چنانچہ روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ اور محشی جلالینؒ لکھتے ہیں:

جعل للغيب مفاتح على طريق الاستعارة لأن المفاتيح يتوصل بها إلى مافي المخازن المستوثق منها بالأغلاق والأقفال ومن علم مفاتحها وكيفية فتحها توصل إليها فأراد أنه هو المتوصل إلى المغيبات وحدهٗ لايتواصل إليها غيره كمن عنده مفاتح أقفالها المخازن ويعلم فتحها فهو المتواصل إلى مافي المخازن. (روح المعانی: ج/۵، ص/۲۴۸، جلالین: ص/۱۱۶)

روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمراد بالغيب المغيبات على سبيل الاستغراق، والمقصود على كل تقدير أنه سبحانهٗ هو العالم بالمغيبات جميعها.

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مغیبات کو جاننے والا ہے۔

(روح المعانی: ج/۵،ص/۲۴۸)

معالم التنزیل میں علّامہ بغوی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال ابن مسعود رضي الله عنه: أوتي نبيكم علم كل شيئ إلا علم مفاتيح الغيب.
یعنی حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ کو مفاتح الغیب کے علم کے علاوہ تمام چیزوں کا علم دیا گیا ہے۔ (بغوی: ج/۳،ص/۱۵۰)

تفسیر ابن کثیر میں حافظ اسماعیل بن عمرؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال البخاری: عن سالم بن عبدالله عن أبيه، أن رسول الله ﷺ قال: مفاتح الغيب خمس لايعلمها إلاالله الخ. (ابن کثیر: ج/۳،ص/۲۶۵)

تفسیر خازن میں علّامہ علاء الدین علی الخازنؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: مفاتح الغيب خمس لايعلمها إلاالله تعالى، لايعلم أحد مايكون في غد إلاالله، ولايعلم أحد مايكون في الأرحام إلاالله، ولاتعلم نفس ماذا تكسب غدا، ولاتدري نفس بأي أرض تموت، ولايدري أحد متى يجيئ المطر.

(تفسیر خازن: ج/۲،ص/۱۱۸)

تفسیر ابن عباس میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

لايعلم مفاتح الغيب بنزول العذاب الذي تستعجلون به إلاهو.

(ابن عباس: ص/۱۴۵)

تفسیر درّ منثور میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن ابن مسعود قال: أعطي نبيكم كل شيئ إلامفاتح الغيب الخمس، ثم قال: إن الله عندهٗ علم الساعة وينزل الغيث.

(درّ منثور: ج/۶،ص/۶۴)

تفسیر مدارک التنزیل میں علّامہ نسفیؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فأراد أنه هو المتوصل إلى المغيبات وحدهٗ لايتوصل إليها غيره.

یعنی اللہ تعالیٰ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ وہی ایک ذات ہے جو مغیبات کی طرف پہنچ سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (مدارک:ص/۳۱۸)

تفسیر مظہری میں علّامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يعنى لايعلم شيئاً من المغيبات إلا الله تعالىٰ ولايعلم غيره منها.

یعنی مغیبات میں سے کسی چیز کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (مظہری:۳/۲۷۰)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمعنٰى: أنه المتوصل إلى المغيبات المحيط علمه بها.

(بیضاوی: ج/۲،ص/۱۹۱)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولهٗ تعالىٰ: ''وعنده مفاتح الغيب'' يفيد الحصر، أي: عنده لاعند غيره. (تفسیر کبیر: ج/۱۳،ص/۱۲)

ارشادِ ربانی ہے:

(۶) وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ (سورۃ توبہ،پ:۱۱،آیت:۱۰۷)

ترجمہ: اور کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایک مسجد اس کام کے لیے بنائی ہے کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں، کافرانہ باتیں کریں، مومنوں میں پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کو ایک اڈہ فراہم کریں جس کی پہلے سے

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے، اور یہ قسمیں ضرور کھائیں گے کہ بھلائی کے سوا ہماری کوئی اور نیت نہیں ہے؛ لیکن اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔

فائدہ: مذکورہ آیات میں اس خبیث عیسائی پادری ابو عامر راہب کے خبیث مقاصد کا تذکرہ ہے جو کہ انہوں نے مسجد کے نام سے ایک عمارت بنوائی تھی، جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہوکر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہوسکیں اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرسکیں اور تاکہ یہ خبیث جب ملکِ شام سے آئیں تو ان کے لیے ٹھکانہ ہو اور جنگی سامان بھی رکھ سکیں؛ چنانچہ چند آدمیوں نے حضور ﷺ کے پاس جاکر بہانہ یہ کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ہماری نیت بُری نہیں ہے؛ بلکہ بارش اور کمزور لوگوں کے پیشِ نظر ہم نے یہ مسجد بنائی ہے؛ اس لیے آپ اگر ایک مرتبہ جاکر وہاں نماز پڑھ لیں تو ہمارے لیے موجبِ برکت و سعادت ہوگا، آپ اس وقت ''تبوک'' جانے کی تیاری میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو ''تبوک'' سے واپسی پر ایسا ہوسکے گا، جب آپ ''تبوک'' سے واپس ہوکر بالکل مدینہ کے قریب پہنچ گئے، تب جبرئیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آئے، جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا؛ چنانچہ آپ نے مالک بن دُخشُم اور مَعن بن عدی کو بھیج کر اس کو زمین بوس کروادیا اور منافقین کے تمام ارمان، اسی طرح ابو عامر کے ارمان دل میں ہی رہ گئے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أتى أصحاب مسجد الضرار رسول الله ﷺ وهو يتجهز إلى تبوك فقالوا: يا رسول الله إنا قد بنينا مسجدا لذي الحاجة والعلة والليلة المطيرة والليلة الشاتية وإنا نحب أن تأتينا فتصلي لنا فيه فقال ﷺ: إني على جناح سفر وحال شغل، أو كما قال عليه السلام: ولو قدمنا إن شاء الله تعالى لأتيناكم فصلينا لكم فيه. فلما رجع

رسول الله من سفره ونزل بذی أوان بلد بينه وبين المدينة ساعة من نهار أتاه خبر المسجد فدعا مالك بن الدخشم أخا بنی سالم بن عوف ومعن بن عدی وأخاه عاصم بن عدی فقال: انطلقا إلى هٰذا المسجد الظالم أهله فاهدماه واحرقاه. (روح المعانی: ج/۷،ص/۲۶، تفسیر خازن: ج/۲،ص/۴۰۶)

غرض یہ کہ آیت سے معلوم ہوا آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے؛ کیونکہ اگر آپ پہلے سے یہ جانتے کہ منافقین کا ایک بہانہ ہے تو آپ ہرگز ان منافقین سے جانے کا وعدہ نہ کرتے اور نہ اس کے لیے آیت نازل کرنے کی ضرورت تھی۔

چنانچہ علامہ بغویؒ تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں:

فقال لهم رسول الله ﷺ: إني على جناح سفر ولو قدمنا إن شاء الله أتينا كم فصلينا لكم فيه. (بغوی: ج/۴،ص/۹۳)

تفسیر ابن کثیر میں علامہ اسماعیلؒ لکھتے ہیں:

فعصمه الله من الصلاة فيه فقال: إنا على سفر، ولكن إذا رجعنا إن شاء الله. (ابن کثیر: ص/۲۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس خبیث کے اڈہ میں نماز پڑھنے سے بچالیا۔

تفسیر خازن میں علامہ علاء الدین علی خازنؒ لکھتے ہیں:

وأخبره خبر مسجد الضرار وماهموا به. (تفسیر خازن: ج/۲،ص/۴۰۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے (تبوک سے واپسی کے وقت) مسجد ضرار اور ان منافقین کے خبیثانہ عزائم کی خبر آپ ﷺ کو دے دی۔ (آپ ﷺ خود غیبی علم سے نہیں جان سکے)۔

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

فصدقه رسول الله ﷺ.

یعنی آپ ﷺ نے ان منافقین کی بات (کہ ہم نے خیر ہی کا ارادہ کیا ہے) کی تصدیق بھی کرلی ہے۔ (درمنثور: ج/۷،ص/۵۲۳)

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

فقال رسول الله ﷺ: وإذاقدمنا من تبوک إن شاء الله صلینا فیه. (مدارک:ص ر ۴۴۴)

تفسیر بیضاوی میں علامہ قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

فقال رسول الله ﷺ: انا علی جناح سفر وإذا قدمنا إن شاء الله صلینا فیه. (بیضاوی: ج ر ۳،ص ر ۸۱)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

والمعنٰی: إن الله تعالٰی اطلع الرسول علٰی أنهم حلفوا کاذبین.

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطلاع کردی کہ یہ لوگ جھوٹے قسمیں کھاتے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

قال الحسن: هم رسول الله ﷺ أن یذهب إلی ذالک المسجد فنادیٰ جبرئیل علیه السلام لا تقم فیه أبدا.

یعنی آپ ﷺ نے اس مسجد میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے آواز دی کہ آپ اس میں کبھی بھی مت کھڑے ہونا۔ (تفسیر کبیر: ج ر ۱۶،ص ر ۲۰۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۷) وَ مِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِیۡنَةِ ۚۛ مَرَدُوۡا عَلَی النِّفَاقِ ۟ لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ ؕ (سورۃ التوبہ، پ:۱۱، آیت:۱۰۱)

ترجمہ: اور بعض لوگ مدینہ والے اَڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں۔

فائدہ: یعنی بعض اہلِ مدینہ اور گردو پیش کے رہنے والے نفاق کے خُوگر ہو چکے ہیں؛ لیکن یہ نفاق اس قدر عریق اور عمیق ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم ﷺ کی

کمالِ فطانت وفراست کے باوجود آپ بھی بالیقین اور قطعی طور پر ان کے نفاق پر مطلع نہ ہوسکے، ان کا ٹھیک ٹھیک تعین خدا کے علم میں ہے، اگر آپ کو علمِ غیب اور جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور باری تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ ”آپ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی ان کو جانتے ہیں“۔

چنانچہ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ یہی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی لاتعرفھم یامحمد بصفة النفاق مع کمال فطنتک وصدق فراستک.

یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ کمالِ فطانت اور صدقِ فراست کے باوجود ان لوگوں کو بصفتِ نفاق نہیں جانتے ہو۔ (مظہری: ج/۴، ص/۲۶۵)

علّامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

وحاصله لاتعرف نفاقهم.

یعنی حاصل یہ ہے کہ آپ ان کے نفاق کو نہیں جانتے۔

آگے لکھتے ہیں:

أي: لاتعرفهم أنت بعنوان نفاقهم یعنی أنهم بلغوا من المهارة في النفاق والتنوّق في مراعاة التقية والتحامي عن مواضع التهم إلىٰ حيث يخفى عليک مع کمال فطنتک وصدق فراستک حالهم.

(روح المعانی: ج/۷، ص/۱۵)

دوسری جگہ مدّعین علمِ غیب پر رَد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھٰذه الآیات ونحوھا أقوىٰ دلیل على الرد على من یزعم الکشف والإطلاع على المغیبات.

یعنی یہ آیات ان لوگوں کی تردید پر قوی دلیل ہیں جو غیب کی باتوں پر مطلع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (روح المعانی: ج/۷، ص/۱۶)

تفسیر معالم التنزیل میں علّامہ بغوی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لاتعلمهم یامحمد. (بغوی: ج/۴، ص/۸۹)

تفسیر خازن میں علامہ علاء الدین علی خازن تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی أنهم بلغوا في النفاق إلى حیث أنک لاتعلمهم یامحمد مع صفاء خاطرک.

یعنی منافقین نفاق میں اِس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اے محمد! آپ کمالِ فراست اور کمالِ فطانت کے باوجود ان کو نہیں جانتے۔ (خازن: ج/۲، ص/۴۰۰)

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر کرتے ہوئے ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

عن قتادة في قوله ''لاتعلمهم نحن أعلمهم'' قال: فمابال أقوام یتکلفون على الناس یقولون: فلان في الجنة وفلان في النار، فإذا سألت أحدهم عن نفسه قال: لاأدری، لعمری لأنت بنفسک أعلم منک بأعمال الناس، ولقد تکلفت شیئا ماتکلفه نبي، قال نوح: ''وماعلمی بماکانوا یعملون'' وقال شعیب: ''وماأنا علیکم بحفیظ، وقال الله تعالى لمحمد ﷺ: لاتعلم نحن نعلمهم''. (درمنثور: ج/۷، ص/۵۰۳)

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي: یخفون علیک مع فطنتک وصدق فراستک، قوله تعالى ''نحن نعلمهم'' أي: لایعلمهم إلاالله ولایطلع على سرهم غیره. (مدارک: ص/۴۴۲)

تفسیر کبیر میں امام رازی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبلغوا إلى حیث لاتعلم أنت نفاقهم مع قوة خاطرک وصفاء حدسک ونفسک. (تفسیر کبیر: ج/۲۶، ص/۱۷۷)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاوی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي لاتعرفهم بأعیانهم. (بیضاوی: ج/۳، ص/۷۹)

تفسیر ابن عباس میں حضرت ابن عباس تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أي: لاتعلم نفاقهم. (ابن عباس: ص/ ۲۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۸) يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾

(سورۃ احزاب، پ: ۲۲، آیت: ۶۳)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور تمہیں کیا پتہ شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو۔

فائدہ: گو قیامت کے وقت کی ٹھیک تعیین کر کے اللہ نے کسی کو نہیں بتلائی؛ مگر یہاں اس کے قرب کی طرف ''لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا'' کہہ کر اشارہ کر دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: شاید یہ بھی منافقوں نے ہتھکنڈا پکڑا ہوگا کہ جس چیز کا (دنیا میں کسی کے پاس) جواب نہ ہو وہی بار بار سوال کریں، اس پر یہاں ذکر کر دیا۔

(ترجمہ شیخ الہند: ص/ ۵۵۳)

اِس آیت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ وقوعِ قیامت کا علم جناب رسول اللہ ﷺ کو نہیں تھا؛ چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي: لايعلم الوقت الذي فيه يحصل قيام القيامة إلا الله سبحانهٗ وتعالى. (تفسیر کبیر: ج/ ۱۵، ص/ ۸۵)

یعنی ٹھیک وقوعِ قیامت کے وقت کو سوائے سبحانہٗ وتعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

آگے لکھتے ہیں:

ولم يعلم أحد من الملائكة المقربين والأنبياء المرسلين متى يكون حدوثها ووقوعها.

کہ مقربین فرشتے اور انبیاء مرسلین میں سے کوئی بھی ہستی وقوعِ قیامت کے خاص وقت کو نہیں جانتا۔ (حوالہ مذکورہ)

معالم التنزیل میں علّامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

متیٰ یکون قیامها أنت لاتعرفه.

کہ قیامت کب واقع ہوگی آپ اس کو نہیں جانتے۔ (بغوی: ج/۶،ص/۳۷۷)

علّامہ بغویؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

استأثر بعلمها ولایعلمها إلاهو.

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کو اپنے لیے خاص کر رکھا ہے اور سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔ (بغوی: ج/۳،ص/۳۰۹)

تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

یقول تعالیٰ مخبراً لرسوله ﷺ: أنه لاعلم له بالساعة.

کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ آپ کو بھی قیامت کا علم نہیں ہے۔ (ابن کثیر: ج/۶،ص/۴۸۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

أي: لایعلم ذالک أحد إلاهو تعالیٰ. (ابن کثیر: ج/۳،ص/۵۱۸)

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: لماسأل الناس محمدا ﷺ عن الساعة، سألوه سوال قوم کأنهم یرون أن محمد حفی بهم، فأوحی الله إلیه: إنماعلمها عنده، استأثر بعلمها فلم یطلع الله علیها ملکا مقربا ولارسولاً.

(ابن کثیر: ج/۳،ص/۵۲۰)

تفسیر خازن میں علامہ علاء الدینؒ لکھتے ہیں:

أي: لایعلم الوقت الذي تقوم فیه إلاالله استأثر بعلمها فلم یطلع علی أحد. (خازن: ج/۲،ص/۲۲۸)

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

عن جابر بن عبدالله قال: سمعت النبي ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر، تسألونی عن الساعة وإنما علمها عند الله. (درمنثور:ج/٦،ص/٦٩٥)

تفسیر مظہری میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

استأثر بعلمها لايعلمها إلاهو لم يطلع عليه ملكا مقربًاولانبيا مرسلًا. (مظہری:ج/٣،ص/٤٩٦)

مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

أي علم وقت إرسائها عنده قداستأثر به لم يخبر به أحداً من ملک مقرب ولانبي مرسل. (مدارک:ص/٣٨٨)

روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

واليهود يسألونه ﷺ عن ذالک إمتحانًا لما أنهم يعلمون من التوراة أنها ماأخفاه الله تعالى. (روح المعانی:ج/١٢،ص/١٣٣)

آگے لکھتے ہیں:

لايطلع عليه سبحانهٗ ملكًا مقربًا ولانبيا مرسلًا، ''ومايدريک'' والمعنى على النفي أي: لايعلمنک به شيئ أصلًا. (حوالہ مذکورہ)

ایک اور جگہ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومعنٰى كون ذالک عنده عزوجل خاصة أنه استأثر به حيث لم يخبر أحدا به من ملک مقرب ولانبي مرسل. (روح المعانی:ج/٦،ص/١٩٣)

فتح الباری میں علامہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

ان علم الساعة مما استأثر الله تعالى بعلمه. (فتح الباری:ج/١٣،ص/٤٥٠)

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

لايعلمه ملک مقرب ولانبي مرسل بل هٰذا من التأويل الذي

لایعلمه إلا اللّٰه تعالٰی. (حدیث النزول: ص/۱۰۸)

بخاری شریف میں امام سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ:

ماکان في القرآن ''ماأدرٰک'' فقد أعلمه وماقال ''ومایدریک'' فإنه لم یعلمه.

یعنی قرآن شریف میں جہاں ''ماأدرٰک'' مذکور ہے اس چیز کا علم آپ کو دیا گیا ہے اور جہاں ''ومایدریک'' مذکور ہے اس چیز کا علم آپ کو نہیں دیا گیا۔ (بخاری: ۲/۲۷۰)

امام سفیان بن عیینہ بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ قیامت کا علم آپ ﷺ کو نہیں دیا گیا؛ کیونکہ اللہ تعالٰی نے آیتِ مذکورہ میں ''ومایدریک'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

قارئین! آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ مفسرین کی اتنی تعداد اپنی اپنی تفسیروں میں کیا لکھ رہی ہے اور ان کا کیا عقیدہ تھا۔ کاش! بریلوی حضرات بھی ان آیت پر غور کرتے اور ان مفسرین کرام کی تفسیروں کو مان لیتے۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

(۹) عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ، پ:۱۰، آیت:۴۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اللہ نے تمہیں معاف کردیا ہے، (مگر) تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا ہے اور تم جھوٹوں کو بھی اچھی طرح جان لیتے۔

فائدہ: مذکورہ آیت غزوۂ تبوک کے زمانے میں نازل ہوئی ہے؛ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے ۹ھ میں قیصر روم کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے اعلان فرمایا تو منافقین نے یہ دیکھ کر کہ فصل کی کٹائی کا موسم ہے، گرمی بھی سخت ہے اور سفر بھی طویل ہے، آپ کے پاس آکر مختلف قسم کے جھوٹے عذر پیش کیے تو آپ ﷺ نے ان کے عذر کو صحیح

تصور کر کے تبوک میں نہ جانے کی اجازت دے دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو نہایت پیارے انداز میں کہا گیا کہ آپ نے ان کے اعذار کا سچ اور جھوٹ معلوم ہونے سے پہلے کیوں ان کو اجازت دے دی؛ چنانچہ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان صلّى الله عليه وسلم أذن لجماعة في التخلف بإجتهاد منه فنزل عتاباً له.

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے منافقوں کی ایک جماعت کو تبوک سے پیچھے رہ جانے (تبوک نہ جانے) کی اجازت دے دی تھی، اسی کے عتاب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (جلالین: ص ر ۱۵۸)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

لم يكن رسول الله ﷺ يعرف المنافقين يومئذ.

آپ ﷺ اس وقت منافقین کو نہیں جانتے تھے۔

(معالم التنزیل: ج ر ۴، ص ر ۵۵، مظہری: ج ر ۴، ص ر ۲۰۱)

دوسری روایت میں ہے:

فجعل رسول الله ﷺ يأذن لهم لايدري مافي أنفسهم.

کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان منافقین کو اجازت دینے لگے؛ لیکن آپ ﷺ ان کے دلوں کے راز اور ارادوں کو نہیں جانتے۔ (کنز العمال: ج ر ۱، ص ر ۲۴۹)

تفسیر ابن کثیر میں علامہ اسماعیلؒ لکھتے ہیں:

لتعلم الصادقين منهم. (ابن کثیر: ج ر ۴، ص ر ۱۵۹)

تفسیر خازن میں علامہ علاء الدین خازن لکھتے ہیں:

فلما أذن لهم أعلمه الله تعالى بمالم يطلع عليه من سرّهم.

(خازن: ج ر ۲، ص ر ۳۶۷)

جب آپ علیہ السلام نے ان منافقین کو اجازت دے دی تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اِس راز کے بارے میں آپ ﷺ کو خبر دے دی جس پر آپ ﷺ مطلع نہ تھے۔

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

أي: يتبين لک الصادق في العذر من الكاذب فيه. (مدارک:ص/۴۲۸)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

عن عمرو بن ميمون قال: إثنان فعلهما رسول الله ﷺ لم يؤمر بهما إذنه المنافقين في القعود وأخذه الفدية من أسارى بدر فعاتبه الله. (مظہری:ج/۴،ص/۲۰۲)

تفسیر روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

أي: لماسارعت إلى الإذن لهم ولم تتوقف حتى ينجلي الأمر.

(روح المعانی:ج/۶،ص/۱۵۵)

مذکورہ آیت اور مفسرین کرام کے اقوال سے معلوم ہوا کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ ان منافقین کی اصلی حالت کو معلوم کر کے ان کو ہر گز اجازت نہ دیتے، حالانکہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور یہ سورہ توبہ کی آیت ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ معلوم ہوا آپ کو دنیا سے تشریف لے جانے تک جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۰) لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ (سورۃ آل عمران، پ:۴، آیت:۱۲۸)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے؛ کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

فائدہ: غزوۂ اُحد میں جس وقت ستّر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے، جن میں

آپ ﷺ کے چچا محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ ﷺ کو بھی سخت تکلیف پہنچی؛ چنانچہ آپ کے دندانِ مبارک ٹوٹ گئے تھے اور چہرہ خون آلود تھا، اسی حالت میں مشرکین کے وحشیانہ شدائد ومظالم کو دیکھ کر آپ ﷺ سے نہ رہا گیا؛ چنانچہ ان میں سے چند ناموس اشخاص کے حق میں آپ نے بددعا شروع کردی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(درمنثور: ج/۳، ص/۱۶۷، ابن کثیر: ج/۲، ص/۱۲۱، ترجمہ شیخ الہند)

چونکہ آپ علیہ السلام کو ان کے انجام اور ہدایت کا علم نہیں تھا؛ اس لیے آپ نے ان کے حق میں بددعا فرمائی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں چونکہ ان کی تقدیر میں ایمان کی دولت نصیب تھی اور ان میں بعض؛ بلکہ اکثر حضرات بعد میں اسلام قبول کرچکے تھے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ان کے حق میں بددعاء کرنے سے منع فرمایا۔

غرض یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ اس باطل نظریہ کی تردید کرتی ہے جو بریلوی حضرات کا نظریہ ہے کہ: آنحضرت ﷺ ہر ایک کے ایمان وکفر اور جو کچھ آئندہ پیش آنے والا ہے سب کو جانتے ہیں؛ کیونکہ جو کافر آپ کے خلاف لڑنے آئے تھے ان کے متعلق جو بات اللہ کے علم میں تھی کہ اس واقعہ کے بعد تقریباً پانچ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے ہیں، ان کے ایمان کا علم بھی آپ ﷺ کو نہیں تھا، ورنہ آپ ان کے حق میں بددعا کیوں کرتے؟ اسی طرح یہ بھی پہلے سے معلوم ہوتا کہ میری اس بددعا پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوں گے، مجھے اس پر تنبیہ کی جائے گی؛ چنانچہ

تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغویؒ آیت کا یہی شان نزول بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فنزلت ھٰذہ الآیۃ وذالک لعلمہ فیھم بأن کثیرا منھم یسلمون.

یعنی آیت میں آپ کو بددعاء کرنے سے منع کیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ ان میں سے اکثر کافر آئندہ اسلام قبول کریں گے۔ (بغوی: ج/۲، ص/۱۰۳)

تفسیر خازن میں علّامہ علاء الدینؒ لکھتے ہیں:

والحكمة في منعه صلى الله عليه وسلم عن الدعاء عليهم ولعنهم أن الله تعالى علم من حال بعض الكفار أنه سيسلم فيتوب عليهم أوسيولد من بعضهم ولد يكون مسلمًا برًّا تقيًّا فلأجل هٰذا المعنٰى منعه الله تعالى من الدعاء عليهم لأن دعوته مجابة. (خازن: ج/۱،ص/۲۹۵)

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

فهداهم الله للإسلام. (درمنثور: ج/۳،ص/۷۶۲)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

أراد النبي ﷺ أن يدعوا عليهم بالإستئصال فنزلت هٰذه الآية وذالک لعلمه تعالى فيهم بأن كثيرا منهم يسلمون. (مظہری: ج/۲،ص/۱۳۶)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

ليس لک من مسألة إهلاكهم شيئ لأنه تعالى أعلم بالمصالح فربما تاب عليهم. (تفسیر کبیر: ج/۸،ص/۲۳۹)

آگے لکھتے ہیں:

الحكمة فيه أنه تعالى ربما علم من حال بعض الكفار أنه يتوب، أو ان لم يتب لكنه علم أنه سيولد منه ولد يكون مسلما برًّا تقيًّا إلخ
(تفسیر کبیر: ج/۸،ص/۲۳۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۱) مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورۃ انفال، پ:۱۰، آیت:۶۷-۶۸)

ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ اسکے پاس قیدی رہیں، جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا) خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو (جس سے ان کا رعب پوری طرح ٹوٹ جائے) تم دنیا کا ساز وسامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لیے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے، اور اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی اور اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے سے نہ آچکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا، اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آجاتی۔

فائدہ: اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے مروی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: غزوۂ بدر میں ستّر سردارانِ قریش قتل کیے گئے اور ستّر کافر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہوکر آئے، حق تعالیٰ نے ان کے متعلق دو صورتیں مسلمانوں کے سامنے پیش کیں: (۱) قتل کر دینا (۲) یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا؛ لیکن یہ صورت شرط کے ساتھ مقید ہے وہ شرط یہ ہے کہ آئندہ سال اسی تعداد میں تمہارے (مسلمانوں کے) آدمی قتل کیے جائیں گے۔

حقیقت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ان دو صورتوں کا انتخاب کے لیے پیش کرنا امتحان اور آزمائش کے طریقہ پر تھا کہ ظاہر ہو جائے مسلمان اپنی رائے اور طبیعت سے کس طرف جھکتے ہیں؛ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: کہ یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں پر احسان کیا جائے اور کچھ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس احسان پر ممکن ہے کچھ لوگ اسلام قبول کرلیں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ قیدی سب کے سب کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں، اِن کو ختم کر دیا جائے تو کفر وشرک کا سر ٹوٹ جائے گا، تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہو جائے گی، آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور خدا کے راستہ سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا؛ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ہر ایک اپنے عزیز واقارب کو اپنے

ہاتھ سے قتل کرے، اسلام اس وقت جن حالات سے گزر رہا تھا ان پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضہ یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت کمر شکن کارروائی کی جائے۔

الغرض! آپ علیہ السلام نے فطری رحمدلی اور صلہ رحمی کی بناء پر صدیق اکبرؓ کے مشورہ کو قبول کیا اور حضرت عمرؓ کے مشورہ کو پسند نہ کیا؛ چنانچہ تمام قیدیوں کو معاوضہ لے کر چھوڑ دیا۔ (دیکھئے: روح المعانی: ج/۶، ص/۴۹، ابن کثیر: ج/۴، ص/۸۸)

اور ستر مسلمانوں کے آئندہ قتل پر راضی ہو جانا معمولی بات نہ تھی، اسی لیے اس رائے کو اختیار کرنا وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت سے حق تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا؛ اس لیے یہ آیت نازل کر کے اسی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کر دیا اور یہ ایک خطرناک اجتہادی غلطی قرار دی گئی۔ (ترجمہ شیخ الہند: ص/۲۴۰)

اور اگر آپ علیہ السلام کو علمِ غیب اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ ﷺ اس رائے کو ہرگز اختیار نہ فرماتے جو حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسند نہ تھا۔

یہی نہیں؛ بلکہ مسلم شریف کے روایت میں حضرت عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: میں جب اگلے دن حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں رو رہے ہیں اس فیصلہ پر جو کہ آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے مشورہ پر کیا تھا۔

فلما كان من الغد جئت فإذا رسول الله ﷺ و أبو بكر رضي الله عنه قاعدين وهما يبكيان فقال رسول الله! أبكي للذي عرض على أصحابك من أخذهم الفداء لقد عرض عليّ عذابهم أدنى من هٰذه الشجرة. شجرة قريبة من نبي. (مسلم: ج/۲، ص/۹۳، روح المعانی: ج/۶، ص/۴۹، بغوی: ج/۳، ص/۳۷۶)

دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی بچ نہیں پاتا۔

قال النبي ﷺ: لو نزل العذاب لما نجا منه غير عمر.

(روح المعانی: ج/۶، ص/۵۱، بغوی: ج/۳، ص/۳۷۷)

تفسیر درمنثور میں علّامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

فلقي رسول الله ﷺ عمر فقال: كاد أن يصبنا في خلافك شر.

یعنی جب آپ ﷺ حضرت عمرؓ سے ملے تو آپ نے فرمایا: آپ کی رائے کے خلاف فیصلہ کرنے پر قریب تھا کہ ہمیں کوئی شر (عذاب) پہنچ جاتا۔ (درمنثور: ۷/۲۰۱)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

وكان هٰذا اجتهادا منهم.

کہ یہ جو فدیہ لے کر چھوڑ دینے پر فیصلہ کیا گیا یہ اجتہادی فیصلہ تھا (اس لیے غلطی ہوئی)۔ (مظہری: ج/۴، ص/۱۱۱)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

أنه عليه السلام اجتهد ووقع الخطأ في ذالك الاجتهاد.

(تفسیر کبیر: ج/۱۵، ص/۲۰۷)

کہ آپ ﷺ نے اجتہاد کیا اور اس اجتہاد میں آپ سے خطاء ہوئی۔

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

والآية دليل علىٰ أن الأنبياء مجتهدون وأنه قديكون خطأ ولكن لايقرون عليه. (بیضاوی: ج/۳، ص/۵۷)

تفسیر ابن عباس میں ہے:

قوله تعالىٰ ''ماكان لنبي'' أي: ماينبغي لنبي، ''تريدون عرض الدنيا'' أي: بفداء اسارى يوم بدر. (ابن عباس: ص/۱۹۶)

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفی لکھتے ہیں:

''ماكان لنبي'' أي ماصح.

آگے لکھتے ہیں: وكان هٰذا اجتهادا منهم. (مدارک: ص/۴۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۲) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران، پ:۳، آیت:۴۴)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) یہ (حضرت مریم اور حضرت زکریا کا مذکورہ واقعہ) غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ تمہیں دے رہے ہیں، تم اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب وہ یہ طے کرنے کے لیے اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا، اور نہ تم اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ (اس مسئلے میں) ایک دوسرے سے اختلاف کرر ہے تھے۔

تفسیر جلالین میں علامہ جلال الدینؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من أنباء الغیب أي: اخبار ماغاب عنک وإنما عرفته من جهة الوحی.

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام اور مریم رضی اللہ عنہا کا مذکورہ واقعہ ان چیزوں میں سے ہے جو آپ سے پوشیدہ ہیں اور اس کے باوجود آپ جو جانتے ہیں وہ بذریعہ وحی ہے (ایسا نہیں کہ آپ عالم الغیب ہیں)۔ (جلالین: ص/۵۱)

تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

أي: ما كنت عندهم يامحمد فتخبرهم عن معاينة عماجرىٰ بل اطلعک الله علیٰ ذالک.

یعنی اے محمد! آپ ان لوگوں کے پاس نہیں تھے کہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے واقعہ کی خبر دیتے؛ بلکہ آپ کو اس واقعہ پر مطلع کیا گیا ہے۔

(ابن کثیر: ج/۲، ص/۴۲)

تفسیر خازن میں علامہ علاء الدینؒ لکھتے ہیں:

ذالک من أخبار الغیب نلقیه إلیک یامحمد لأنه لایمکنک أن تعلم أخبار الأمم الماضین إلا بوحي منا إلیک.

یعنی حضرت زکریا اور حضرت مریم کا مذکورہ واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کو القاء کرتے ہیں؛ چونکہ بغیر وحی کے یہ بات ناممکن ہے کہ آپ امم سابقہ کی خبروں کو جان سکو۔ (خازن: ج/۱،ص/۲۴۵)

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

یعنی أن ذالک من الغیوب التي لم تعرفها إلا بالوحي.

یعنی یہ واقعہ ان مغیبات میں سے ہے جن کو بغیر وحی کے آپ نہیں جان سکتے۔

(مدارک: ص/۱۵۹)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

ومایتلو علیهم وحیًا من الله تعالیٰ. (مظہری: ج/۲،ص/۵۳)

یعنی آپ ﷺ امم سابقہ کے احوال جو بتاتے ہیں وہ سب وحی کے ذریعہ سے ہیں، (نہ اس لیے کہ آپ عالم الغیب ہیں)۔

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

والمعنیٰ: أن الذي مضیٰ ذکرہ من حدیث حنة وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ بن مریم إنما هو من أخبار الغیب فلایمکنک أن تعلمه إلا بالوحي.

یعنی آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ حنہ، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ بن مریم کا تذکرہ جو گزرا یہ سب کے سب اخبار الغیب میں سے ہیں، آپ کے لیے ممکن نہیں کہ آپ بغیر وحی کے اس کو جان لیں۔ (کبیر: ج/۸،ص/۴۹)

تفسیر ابن عباسؓ میں ہے:

من أنباء الغیب أي: من أخبار الغیب عنک یامحمد. (ابن عباس: ص/۶۱)

نوٹ: اس آیت میں جس طرح علمِ غیب کی نفی کی ہے، اسی طرح آپ علیہ السلام سے حاضر و ناظر ہونے کی نفی بھی کی ہے؛ چنانچہ فرمایا: وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ (آپ ان کے پاس قلم ڈالتے وقت نہیں تھے) تفسیر ابن کثیر میں "لَدَيْهِمْ" کی تفسیر کرتے ہیں "أي عندهم". (ابن کثیر: ج/۲، ص/۴۲)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

أي ماذكرنا من القصص من الغيوب التي لم تعرفها إلا بالوحي.

(بیضاوی: ج/۲، ص/۱۸)

یعنی ہم نے جو قصے ذکر کیے ہیں وہ ان مغیبات میں سے ہیں جن کو آپ بغیر وحی کے نہیں جانتے۔

تفسیر روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

أي: من أخبار ماغاب عنك وعن قومك ممالايعرف إلا بالوحي.

یعنی یہ قصہ ان چیزوں میں سے ہے جو آپ سے اور آپ کی قوم سے پوشیدہ ہے اور جس کو بغیر وحی کے جانا نہیں جاسکتا ہے۔ (روح المعانی: ج/۳، ص/۲۵۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۳) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

(سورۃ یوسف، پ:۱۲، آیت:۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر یہ قرآن جو وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اس کے ذریعہ ہم تمہیں ایک بہترین واقعہ سناتے ہیں، جبکہ تم اس سے پہلے اس (واقعہ سے) بالکل بے خبر تھے۔

فائدہ: اس آیت میں تو خود اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ آپ کو یہ قصہ معلوم نہیں ہے؛ اس لیے ہم آپ کو بالوحی سناتے ہیں اور اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا تو نزولِ آیت سے

پہلے بے خبر کیسے تھے؛ چنانچہ

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وإن كنت من قبله'' أي: قبل إيحائنا إليك ذالك، ''لمن الغافلين'' أي: عن هٰذه القصة لم تخطر ببالك ولم تقرع سمعك وهٰذا تعليل لكونه موحى.

یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ: اس قصہ کے متعلق آپ کو وحی کرنے سے پہلے آپ اس قصہ سے بے خبر تھے، آپ کے دل میں اس کا نہ کبھی خیال آیا اور نہ آپ کے کان نے اس طرح کا قصہ سنا۔

علّامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: یہ اِس بات کی علت ہے کہ یہ قصہ بذریعۂ وحی آپ جانتے ہیں (نہ کہ آپ غیب جانتے ہیں)۔ (روح المعانی: ج/۷، ص/۲۶۵)

تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی لکھتے ہیں:

''لمن الغافلين'' أي: عن هٰذه القصة لا تعلمها.

یعنی آپ نزولِ آیت سے پہلے اِس قصہ کو نہیں جانتے تھے۔ (بغوی: ۴/ ۲۱۲)

تفسیر خازن میں علامہ علاء الدینؒ لکھتے ہیں:

''لمن الغافلين'' أي: عن هٰذه القصة وما فيها من العجائب.

(خازن: ج/ ۲، ص/ ۵۱۱)

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

أي: كنت من قبل إيحائنا إليك من الجاهلين به.

یعنی وحی کے ذریعہ آپ کو بتانے سے پہلے آپ اس قصہ کو نہ جاننے والے لوگوں میں سے تھے۔ (مدارک: ص/ ۵۰۸)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

أي: أنه كنت من قبل إيحائنا إليك لمن الغافلين عن هٰذه القصة.

(مظہری: ج/ ۵، ص/ ۶)

تفسیر ابن عباسؓ میں ہے:

أي: وقد كنت ''من قبله'' أي: من قبل نزول جبريل عليک بالقرآن ''لمن الغافلين'' عن خبر يوسف واخوته. (ابن عباس: ص/۲۴۶)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

وإنما علم ذالک بالوحي.

کہ آپ نے قصہ یوسف کو وحی کے ذریعہ سے ہی جانا ہے۔

(تفسیر کبیر: ج/۱۸، ص/۸۷)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

أي: عن هٰذه القصة لم تخطر ببالک ولم تقرع سمعک قط.

(بیضاوی: ج/۳، ص/۱۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۴) وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۃ اسراء: پ:۱۵، آیت:۸۵)

ترجمہ: تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

فائدہ: یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پورا علمِ غیب عطا نہیں کیا؛ چنانچہ ارشادِ باری ہے: وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اے نبی! تمہیں تو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے)

معالم التنزیل میں علامہ بغویؒ لکھتے ہیں کہ: آیت میں خطاب آپ علیہ السلام کو کیا گیا ہے:

قيل هٰذا خطاب للرسول وقيل خطاب لليهود، والأوّل أصح.

(بغوی: ج/۵، ص/۱۲۶)

جب آپ ﷺ کو تھوڑا سا علم دیا گیا، اور اس تھوڑے سے علم میں علمِ غیب بھی شامل

ہے تو کیا کسی کو بعض علم غیب دیے جانے پر اُسے عالم الغیب کہنا درست ہوگا؟

پھر نبی ﷺ نے تو اپنے علم میں سے کچھ بھی نہیں چھپایا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: من حدثک أن محمدًا اکتم شیئًا مما نزل علیک فقد کذب. (جس نے تم سے یہ کہا کہ محمد ﷺ نے اللہ کی جانب سے نازل کردہ میں سے کچھ بھی چھپایا ہے تو ایسا آدمی جھوٹا ہے)۔ (بخاری)

جب نبی ﷺ نے اللہ کے عطائی علمِ غیب میں سے کچھ بھی نہیں چھپایا، سب اپنی اُمت کو دے دیا تو الحمدللہ امتِ محمدیہ بھی عطائی عالم الغیب ہوئی۔

نوٹ: آپ علیہ السلام کو جو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم لامحدود کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے ورنہ اللہ کے علاوہ کون ہے جو آپ کے علوم کا مقابلہ کر سکے۔

چنانچہ اِسی بات کو علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں:

ولاشک أنها أقل قلیل بالنسبة إلی معلومات اللّٰہ تعالیٰ التي لانهایة لها.

یعنی اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے اس علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے جس کی کوئی حد اور انتہاء نہیں ہے۔ (روح المعانی: ج/۹، ص/۲۲۱)

یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی لکھتے ہیں:

وهي تناول جمیع علم الخلق بالنسبة إلی علم اللّٰه.

(فتح الباری: ج/۸، ص/۵۱۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ (سورۃ مؤمن، پ: ۲۴، آیت: ۷۸)

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں بتادیے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں نہیں بتائے۔

فائدہ: اِس آیت سے معلوم ہوا آپ کو بعض پیغمبر کے احوال وقصص کی خبر اس تفصیل اور وضاحت سے نہیں ہے، جس طرح حضرت موسیٰ وغیرہ کی خبر ہے۔
چنانچہ تفسیر جلالین میں اس کے محشیؒ اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي: ذکرنا لک وأخبارهم في هٰذا القرآن وهم خمسة وعشرون، والباقی لم نقصصه علیک فیه.

یعنی ہم نے آپ کے لیے اِس قرآن میں پچیس انبیاء کے قصوں کا تذکرہ (تفصیلاً) کیا ہے اور باقی انبیاء کے قصوں کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے اس قرآن میں نہیں کیا۔

(جلالین: ص/۳۶۴، حاشیہ ۱۰)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

بعث الله عبداً حبشیًا نبیًّا فهو ممن لم یقص علی محمد ﷺ.

کہ اللہ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان انبیاء میں سے ہیں جن کا قصہ آپ علیہ السلام کو نہیں بتایا گیا۔ (روح المعانی: ج/۱۳، ص/۱۳۵)

تفسیر روح المعانی میں علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

والمراد بذالک أنه لم تذکر لهٗ صلی الله علیه وسلم قصصه وآثاره ولاأوردت علیه أحواله وأخباره کما کان في شأن موسٰی وعیسٰی وغیرهما من المرسلین.

یعنی مطلب یہ ہے کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص وآثار کا تذکرہ آپ کے سامنے نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان کے حالات واخبار اس انداز میں آپ پر پیش کیے گئے جس انداز اور طریقہ سے دیگر انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہما کے احوال واخبار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (روح المعانی: ج/۱۳، ص/۱۳۵)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

أي: وقد ذکرنا حال بعضهم لک ولم نذکر حال الباقین.

یعنی ہم نے ان پیغمبروں میں سے بعضوں کے حالات آپ کے لیے ذکر کیے اور باقیوں کے حالات آپ کے لیے ذکر نہیں کیے۔ (تفسیر کبیر: ج/۲۷،ص/۸۹)

شرح العقائد میں علّامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں:

ظاهر الكتاب وهو أن بعض الأنبياء لم يذكر للنبي ﷺ.

یعنی کتاب اللہ کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش نہیں کیے گئے۔ (شرح عقائد:ص/۱۳۹)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: ماأدري تبّع أنبياء كان أم لا؟ وماأدرى ذاالقرنين أنبيا كان أم لا؟ وماأدرى الحدود كفارات أم لا؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم تبّع نبی تھے یا نہیں اور مجھے نہیں معلوم ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں اور مجھے نہیں معلوم حدود کفارہ ہے یا نہیں۔

(مستدرک للحاکم: ج/۱،ص/۱۰۷)

تفسیر خازن میں علّامہ علاء الدینؒ لکھتے ہیں:

أي: لم نسمهم لک ولم نعرفک أخبارهم.

یعنی نہ ہی ان انبیاء کے ناموں کو ہم نے آپ کو بتایا اور نہ ہی ان خبروں سے آپ کو واقف کرایا۔ (خازن: ج/۱،ص/۴۴۹)

تفسیر مدارک التنزیل میں علّامہ نسفیؒ حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعن عليّ رضي الله عنه: إن الله تعالى بعث نبيا أسودا فهو ممن لم تذكر قصة في القرآن. (مدارک:ص/۱۰۵۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱٦) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ......وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى

بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ
بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ
هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ (سورۃ تحریم،پ:۲۸)

ترجمہ: اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے، تم اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اُسے کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے اور یاد کرو! جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کے طور پر ایک بات کہی تھی، پھر جب اس بیوی نے وہ بات کسی اور کو بتلادی، اور اللہ نے یہ بات نبی پر ظاہر کردی تو اس نے اس کا کچھ حصہ جتلا دیا اور کچھ حصے کو ٹال گئے، پھر جب انہوں نے اس بیوی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگیں کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ نبی نے کہا کہ: مجھے اس نے بتائی جو بڑے علم والا، بہت باخبر ہے۔

فائدہ: اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں عام طور پر دو واقعے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ایک تو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے اوپر حرام کردینے کے بارے میں۔ (روح المعانی: ج/۱۵،ص/۲۱۸)

اور دوسرا واقعہ جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی عادتِ شریفہ تھی کہ عصر کے بعد سب ازواجِ مطہرات کے یہاں تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے، ایک مرتبہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آ گیا تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی خدمت میں شہد پیش کرتی تھیں اور آپ علیہ السلام کو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد نوش فرمانے کے سلسلے میں دیر ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ چیز ناگوار گزری، کہ آپ زیادہ دیر کسی کے پاس ٹھہریں؛ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ علیہ السلام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینا چھوڑ دیں اور جلدی آ جائیں، تو اس بات پر اتفاق کرلیا کہ اگر آپ ﷺ کسی کے پاس تشریف لائیں تو وہ یہ کہہ دیں کہ آپ

کے منہ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند) کی بُو آتی ہے، جب آپ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آخر یہ بات کہہ دی تو آپ نے فرمایا: میں نے تو کچھ کھایا پیا نہیں تھا، ہاں! البتہ زینب کے پاس شہد پیا تھا؛ چنانچہ آپ نے قسم کھائی کہ آج سے دوبارہ کبھی بھی شہد استعمال نہیں کروں گا اور ساتھ میں یہ بھی بتا دیا کہ یہ بات کسی اور کو نہ بتائیں، تا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دل شکنی نہ ہو۔

مسلم شریف کی روایت میں اس طرح مذکور ہے: **فلن أعود له وقد حلفت لاتخبری بذالک أحدا.** (مسلم: ج/۱،ص/۴۷۸،روح المعانی: ج/۲۶،ص/۲۲۲)

اس زوجۂ مطہرہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے یہ بات کسی اور بیوی کو بتادی، جس کی اطلاع اللہ نے آپ علیہ السلام کو کردی کہ آپ کی بیوی نے راز کھول دیا ہے، جب آپ نے اس کا کچھ حصہ اس زوجۂ مطہرہ کے سامنے پیش کیا تو اس نے کہا آپ کو یہ بات کس نے بتائی کہ میں نے یہ بات کسی اور کو بتادی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے بتادی، جو علیم بھی ہے اور خبیر بھی۔

غرض یہ کہ اس آیت سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں ہے؛ کیونکہ اگر آپ کو علم ہوتا تو آپ کو نزولِ آیات سے پہلے ہی سے معلوم ہوجاتا کہ میرا یہ فعل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوگا، لہٰذا میں ایسا نہ کروں؛ نیز یہ بھی بخوبی معلوم ہوجاتا کہ یہ مغافیر کا قصہ بیویوں کی ایک سازش ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، حالانکہ اس کے برخلاف آپ ﷺ اس سازش کو حقیقت سمجھ بیٹھے اور اتنا گراں گزرا کہ اس حلال چیز کو حرام کردیا۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی یہی سمجھتی تھیں کہ آپ عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ اس طرح کی سازش کرنے میں یہ سوچ لیتیں کہ کہیں آپ علیہ السلام کو اس کا علم نہ ہوجائے اور ''من أنبأک هٰذا'' کہنے کی ضرورت بھی نہ سمجھتیں۔ اور ادھر آپ ﷺ کا اندازِ جواب دیکھئے کیا تھا؟ فرمایا: نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۷) وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ (سورۂ یاسین، پ:۲۳، آیت:۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے (اپنے) ان (پیغمبر) کو نہ شاعری سکھائی ہے اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔

فائدہ: اِس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو شعر کا علم نہیں دیا گیا، جب آپ کو شعر کا علم نہیں ہے، تو آپ جمیع ما کان وما یکون کا عالم کیسے ہوئے؟ چنانچہ

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي: أنه ماعلمه الشعر، ''ومايبنغي له'' أي: وماهو في طبعه فلايحسنه ولايحبّه ولاتقتضيه جبلته.

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شعر وشاعری نہیں سکھائی، نہ ہی آپ اس کو پسند کرتے ہیں، اور نہ ہی آپ کی فطرت اس کا تقاضا کرتی ہیں۔ (ابن کثیر: ج/۶، ص/۵۸۸)

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

قال محمد: عصمه الله من ذالک. (درمنثور: ج/۱۲، ص/۳۷۲)

کہ امام محمدؒ نے فرمایا: اللہ نے آپ ﷺ کو اس (شعر وشاعری) سے بچالیا۔

تفسیر مدارک التنزیل میں علّامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

أي: وماعلمنا النبي ﷺ قول الشعراء ومايصلح له ولايليق بحاله.

یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو شعراء کے قول نہیں سکھائے اور وہ قولِ شعراء آپ کے مناسب بھی نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کے حالت کے لائق ہے۔ (مدارک: ص/۹۸۱)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

يعنی ماعلمناه الشعر ''وماينبغی له'' أي: مايصح له أن يضيع وقته الشريف في انشاء الشعر.

یعنی ہم نے ان کو شعر نہیں سکھائے، اور نہ ہی شعر بنانے میں اپنی مبارک وقت کو ضائع کرنا ان کے لیے صحیح ہے۔ (مظہری: ج/۸،ص/۵۳)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

أي: ماعلمناه الشعر بتعليم القرآن، ومايصلح له الشعر.

(بیضاوی: ج/۴،ص/۲۷۳)

تفسیر بغوی میں علّامہ بغوی لکھتے ہیں:

أي: مايتسهل له ذالک، وماكان يتزن له بيت من شعر.

یعنی آپ کے لیے شعر کہنا آسان نہیں تھا اور نہ آپ ﷺ کسی شعر کا وزن بنا پاتے۔

(بغوی: ج/۷،ص/۲٦)

تفسیر ابن عباس میں ہے:

مايصلح له الشعر. ''شعر آپ کے مناسب نہیں تھا''۔(ابن عباس:۴٦۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۸) اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

(سورۃ ابراہیم، پ: ۱۳، آیت:۹)

ترجمہ: (اے کفارِ مکہ!) کیا تمھیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، قومِ نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد آنے والی قومیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ: آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ بعض قوموں کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں معلوم، لہٰذا ان قوموں کی خبر جمیع ما کان وما یکون کے علم سے نکل گئے؛ چنانچہ

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبالجملة فالله تعالى قدقص علينا خبر قوم نوح وعاد وثمود

وغیرهم من الأمم المكذبة للرسول مما لا يحصى عددهم إلا الله عز وجل.

یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے دیگر قوموں کی بھی خبریں بتائیں، جن کی تعداد پروردگار کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ (ابن کثیر: ج/۴، ص/۴۸۱)

تفسیر خازن میں علّامہ خازنؒ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يعني لا يعلم كنه مقاديرهم وعددهم إلا الله.

یعنی ان قوموں کی صحیح تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (خازن: ج/۳، ص/۳۰)

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

عن عروة بن زبير رضي الله عنه قال: ماوجدنا أحداً يعرف ماوراء معد بن عدنان.

یعنی حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ: ہم نے ایسے کسی کو نہیں پایا جو معد بن عدنان کے پیچھے کی نسلوں کو جانتا ہو۔ (درمنثور: ج/۸، ص/۴۹۶)

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

والمعنى: أنهم من الكثرة بحيث لا يعلم عددهم إلا الله.

یعنی آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ قومِ نوح وغیرہ کے بعد اتنی بکثرت دیگر قومیں آئی ہیں جن کی تعداد پروردگار کو ہی معلوم ہے اور کسی کو نہیں۔ (مدارک: ص/۵۵۰)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

أي: لا يعلم عددهم لكثرتهم.

یعنی ان قوموں کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے کوئی نہیں جانتا۔ (مظہری: ج/۵، ص/۱۲۱)

تفسیر ابن عباس میں ہے:

أي: لا يعلم عددهم وعذابهم أحد.

یعنی ان کی تعداد اور ان کے عذاب کا علم سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

(ابن عباس: ص/۲۶۹)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

والمعنٰی: انهم لكثرتهم لايعلم عددهم إلاالله. (بیضاوی: ۱۵۶/۳)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

ولايعلمهم إلاالله. (تفسیر کبیر: ج/۱۹، ص/۹۰)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

بين عدنان وبين إسماعيل ثلاثون أبًا لايعرفون.

یعنی عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کے درمیان تیس آباء کا واسطہ ہے، جن کو لوگ نہیں جانتے۔ (تفسیر کبیر: ج/۱۹، ص/۹۰)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے:

كذب النسابون (يعني أنهم يدعون علم الأنساب وقدنفى الله علمها عن العباد)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ: نسبوں کو جاننے کا دعویٰ کرنے والے جھوٹے ہیں، (چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے اس کے علم کی نفی کی ہے)۔ (تفسیر کبیر: ج/۱۹، ص/۰۹)

امام مالکؒ سے مروی ہے:

وكان مالك بن أنس يكره أن ينسب الإنسان نفسه أبا أبًا إلى أدم، وكذالك في حق النبي ﷺ لأنه لايعلم أولئك الآباء أحد إلاالله عزوجل.

کہ امام مالکؒ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ انسان اپنی آپ کو نسل در نسل حضرت آدم تک منسوب کرے اور اسی طرح آپ ﷺ کے حق میں بھی یہی بات مکروہ سمجھتے تھے، وجہ اِس کی یہ ہے کہ ان آباء واجداد کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (بغوی: ج/۴، ص/۳۳۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱۹) قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُکُمۡ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ
اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ (انبیاء، آیت:۱۰۸)

ترجمہ: کہہ دو کہ: مجھ پر تو یہی وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، تو کیا تم اطاعت قبول کرتے ہو؟ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ: میں نے تمہیں علی الاعلان خبردار کردیا ہے اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے، وہ قریب ہے یا دُور۔

فائدہ: اِس آیتِ کریمہ سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ آپ کو سزا کا معین وقت معلوم نہیں کہ سزا کب دی جائے گی؛ چنانچہ

تفسیر جلالین میں علامہ جلال الدینؒ لکھتے ہیں:

وإن أي ماأدري أقريب أم بعيد ماتوعدون من العذاب وإنمايعلمه الله.

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دُور، اور اس کو صرف اللہ جانتا ہے۔ (جلالین:ص/۲۷۸)

تفسیر خازن میں علّامہ علی بن محمد الخازنؒ لکھتے ہیں: أي: ماأدري: يعني: لايعلمه إلاالله. اس کو صرف اللہ جانتا ہے۔ (خازن:ج/۳،ص/۲۴۶)

تفسیر ابن کثیر میں علامہ اسماعیلؒ لکھتے ہیں:

أي: ولكني لاعلم لي بقربه ولابعده، إن الله يعلم الغيب جميعه.

یعنی مجھے نہ عذاب کے قریب ہونے کا علم ہے اور نہ دُور ہونے کا علم ہے؛ چونکہ یہ غیب کی خبر ہے اور تمام غیب اللہ جانتا ہے۔ (ابن کثیر:ج/۵،ص/۳۸۸)

تفسیر مدارک میں علّامہ نسفی لکھتے ہیں:

أي: لاأدري متى يكون يوم القيامة لأن الله تعالىٰ لم يطلعني عليه ......أولاأدري متى يحل بكم العذاب إن لم تؤمنوا.

یعنی قیامت کب ہوگی یہ مجھے معلوم نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں

دی، (دوسری تفسیر یہ ہے کہ) مجھے معلوم نہیں کہ اگر تم ایمان نہیں لاتے ہو تو تم پر عذاب کب آئے گا۔ (مدارک: ص/۷۲۰)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

في هٰذه الجملة نفي علمه عليه السلام عن سبب تأخير العذاب.

کہ اس جملہ میں عذاب کے تاخیر کے سبب کے متعلق آپ علیہ السلام کے علم کی نفی ہے۔ (مظہری: ج/۶، ص/۱۷۱)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

أي: ما أدري. (بیضاوی: ج/۴، ص/۶۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲۰) وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ (سورۃ مدثر، پ:۲۹، آیت:۳۱)

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ: اِس آیت سے بھی معلوم ہوا ان لشکروں کی تعداد اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں؛ چنانچہ

تفسیر مدارک التنزیل میں علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

لكن في هٰذا العديد الخاص حكمة لاتعلمونها.

یعنی اس خاص تعداد میں بڑی حکمت ہے جس کو تم لوگ نہیں جانتے۔ (مدارک: ص/۱۲۸۰)

تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:

إذ لا سبيل لأحد إلى حصر الممكنات والاطلاع على حقائقها وصفاتها.

یعنی ممکنات کا احاطہ کرنے کا کسی کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ ان کی حقائق اور صفات پر واقف ہونے کا کوئی طریقہ ہے۔ (بیضاوی: ج/۵، ص/۲۶۲)

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

ولکن له في هٰذا العدد حکمة لایعلمها الخلق وهو جل جلاله یعلمها.
یعنی فرشتوں کی اس تعداد میں بڑی حکمت ہے جس کو سوائے اللہ کے، مخلوق نہیں جانتی۔ (کبیر: ج/۳۰،ص/۲۰۸)

تفسیر ابن کثیر میں علامہ اسماعیلؒ لکھتے ہیں:

أي: مایعلم عددهم وکثرتهم إلا هو تعالیٰ. (ابن کثیر: ج/۸،ص/۲۷۰)
یعنی سوائے پروردگار کے کوئی بھی ان فرشتوں کی تعداد اور کثرت کو نہیں جانتا۔

تفسیر مظہری میں علامہ قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

ولهم من الأعوان والجنود مالایعلم إلا الله.
یعنی ان سرداران فرشتوں کے اور بہت معاونین اور لشکر ہیں، جن کی تعداد صرف اللہ جانتا ہے۔ (مظہری: ج/۱۰،ص/۹۶)

علّامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

المراد بقوله ''تسعة عشر'' رؤسائهم أما جملة خزنة فلایعلم عددهم إلا الله.
یعنی اللہ تعالیٰ کا قول: ''تسعة عشر'' سے مراد اہلِ دوزخ کو عذاب دینے والے ملائکہ کے سردار ہیں اور جہاں تک ان نگراں اور محافظ فرشتوں کی تعداد کا تعلق ہے سو ان کی تعداد صرف اللہ کو معلوم ہے۔ (مظہری: ج/۱۰،ص/۹۶)

معالم التنزیل میں علامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

مایعلم جنود ربک إلا هو یعنی من الملائکة الذین خلقهم لتعذیب أهل النار لایعلم عددهم إلا الله. (بغوی: ج/۸،ص/۲۷۱)
یعنی اہلِ دوزخ کو عذاب دینے والے تمام فرشتوں کی تعداد صرف اللہ کو معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲۱) يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَا ذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹ (سورۃ مائدہ،پ:۷،آیت:۱۰۹)

ترجمہ: وہ دن یاد کرو جب اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا، اور کہے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، پوشیدہ باتوں کا تمام تر علم آپ ہی کے پاس ہے۔

فائدہ: اس آیت میں ایک رسول نہیں؛ بلکہ تمام رسولوں کے جواب نقل کیے گئے ہیں کہ وہ تمام کے تمام بیک زبان کہیں گے لَا عِلْمَ لَنَا (ہمیں تو علم نہیں) چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی لکھتے ہیں:

أي: أنت الذي تعلم ما غاب ونحن لا نعلم إلا ما نشاهد.

یعنی غیب کو تو آپ جانتے ہیں ہم تو صرف اور صرف وہی جانتے ہیں جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ (بغوی: ج/۳،ص/۱۱۵)

تفسیر ابن کثیر میں علامہ اسماعیلؒ لکھتے ہیں:

أي لا علم لنا بالنسبة إلى علمك المحيط بكل شيئ.

یعنی آپ کے علمِ محیط کے مقابلہ میں ہمیں علم نہیں ہے۔ (ابن کثیر: ج/۳،ص/۲۲۲)

آگے لکھتے ہیں:

إنما نطلع على ظاهره لا علمنا بباطنه وأنت عليم بكل شيئ.

یعنی ہم تو صرف ظاہری اُمور پر واقف ہوتے ہیں اور باطنی اُمور کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اور آپ تو ہر چیز کے جاننے والے اور واقف کار ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

تفسیر خازن میں علامہ خازنؒ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس: معناه لا علم لنا كعلمك فيهم لأنك تعلم ما أضمروا وما أظهروا ونحن لا نعلم إلا ما أظهروا.

یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ان کے بارے میں جس طریقے سے جانتے ہیں ہم اس طرح نہیں جانتے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہری اور باطنی دونوں اُمور کو جانتے ہیں اور جہاں تک ہم ہیں، ہم تو صرف ظاہری اُمور کو جانتے ہیں۔ (خازن: ج/۲، ص/۹۰)

یہی بات تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے بھی نقل کی ہے۔ (تفسیر کبیر: ج/۱۲، ص/۱۳۰)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

قال ابن جريج: معناه لا علم لنا بعاقبة أمرهم وبما أحدثوا بعدنا وبما أضمروا في قلوبهم، تعلم ما غاب عنا ونحن لا نعلم إلا ما نشاهد.

یعنی ابن جریج فرماتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے معاملہ کا انجام اور ان اُمور کا جن کو انہوں نے ہمارے بعد ایجاد کیا ہے علم نہیں، اور نہ ہی ان بھید کو ہم جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہیں، غیب کی چیز کو تو آپ جانتے ہیں، ہم تو صرف وہی جانتے ہیں جو ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ (مظہری: ج/۳، ص/۲۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲۲) وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ (سورۃ بقرہ، پ:۲)

ترجمہ: اور لوگوں میں ایک وہ شخص بھی ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں اس کی باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس پر اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے، حالانکہ وہ (تمہارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ کٹّر ہے۔

فائدہ: اخنس بن شریق نامی ایک منافق مدینہ منورہ میں تھا، وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر بڑی چکنی چپڑی اور میٹھی میٹھی باتیں کرتا اور اللہ کو گواہ بنا کر اپنے ایمان لانے کا اظہار کرتا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اس کو اپنی مجلس میں قریب بٹھاتے تھے؛ لیکن جب

وہ آپ کی مجلس سے واپس جاتا تو راستے میں مسلمانوں کی کھیتوں کو جلا ڈالتا اور ان کے جانوروں کو ذبح کر ڈالتا اس کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو اس کی منافقانہ اور خبیثانہ چالوں کا علم نہیں تھا، آپ اس کو ایک سچا آدمی سمجھ کر مجلس میں اپنے قریب بٹھاتے تھے، اور اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ منافق ہے تو آپ اس خبیث کو کبھی آنے نہ دیتے اور نہ ہی آیات نازل کر کے اللہ تعالیٰ اس کا پردہ کھولتے۔ چنانچہ

تفسیر خازن میں علّامہ خازن لکھتے ہیں:

نزلت في الأخنس بن شريق الثقفي وكان الأخنس حلوا الكلام حلو المنظر، وكان يأتي رسول الله ﷺ ويجالسه ويظهر الإسلام ويقول: إني لأحبك ويحلف بالله على ذالك وكان رسول الله ﷺ يدني مجلسه وكان الأخنس منافقاً فنزل فيه، ومن الناس من يعجبك قوله: أي: يروقك وتستحسنه ويعظم في قلبك (خازن: ج/۱، ص/۱۳۶)

علّامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وهو الأخنس بن شريق كان منافقاً حلو الكلام للنبي ﷺ يحلف أنه مؤمن به ومحب له فيدني مجلسه فأكذبه في ذالك. (جلالین: ص/۳۰)

دیگر تفسیروں میں بھی یہی واقعہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲۳) وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ.

(سورۃ اسراء، پ:۱۵، آیت:۸۵)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ: روح میرے پروردگار کے حکم سے (بنی) ہے۔

فائدہ: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کچھ

یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کا امتحان لینے کے لیے یہ سوال کیا تھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئی اور جواب میں اتنی ہی بات بیان فرمائی گئی ہے، جو انسان کی سمجھ میں آسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ روح کی پیدائش براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہے، اور اس سے زیادہ روح کی حقیقت کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ چنانچہ

فتح الباری میں حافظ ابن عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

وهٰذا هو الذي استأثر الله بعلمه.

یعنی حقیقتِ روح ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔ (فتح الباری: ج/۸، ص/۵۱۳)

تفسیر بغوی میں علّامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

قال عبدالله بن بريدة رضي الله عنه: إن الله لم يطلع على الروح ملكًا مقربًا ولا نبيا مرسلًا.

یعنی حضرت عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں کہ: حقیقتِ روح پر اللہ نے نہ کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا اور نہ کسی نبیٔ مرسل کو اس پر مطلع کیا۔ (بغوی ج/۵، ص/۱۲۶)

جنید بغدادیؒ لکھتے ہیں:

الروح استأثر الله تعالىٰ بعلمه ولم يطلع عليه أحداً من خلقه.

یعنی روح کے متعلق علم کو اللہ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا۔ (فتح الباری: ج/۸، ص/۵۱۵)

علّامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

الحكمة في ذالک اظهار عجز المرئ لأنه إذالم يعلم حقيقة نفسه مع القطع بوجوده كان عجزه عن إدراک حقيقة الحق من باب الأولى.

خلاصہ یہ ہے کہ روح کی حقیقت کا علم مخلوق کو نہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ تاکہ لوگوں کا عجز اور کمزوری ظاہر ہو جائے۔ (فتح الباری: ج/۸، ص/۵۱۴)

علّامہ ابن بطالؒ لکھتے ہیں:

معرفة حقيقة الروح مما استأثر الله بعلمه.

حقیقتِ روح کی معرفت یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے۔ (فتح الباری: ج/۸، ص/۵۱۴)

علّامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

إنما يسألونه ﷺ عن لا يعارف إلا بالوحي، وذالک هو الروح الذي عند الله لا يعلمه الناس.

یعنی یہودی لوگ آپ علیہ السلام سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، جو بغیر وحی کے جانا نہیں جاتا، اور وہ روح ہے جس کا علم اللہ کے پاس ہے، لوگ اس (حقیقتِ روح) کو نہیں جانتے ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

نیز دیکھیے: روح المعانی، خازن، مدارک، بیضاوی، درّ منثور، تفسیر کبیر وغیرہ ان تمام تفسیروں میں بھی یہی لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲۴) اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ. (سورۃ بقرہ، پ:۱، آیت:۳)

فائدہ: متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن دامت برکاتہم العالیہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی غیب پر ایمان لائے اور چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی ایمان رکھتے ہیں؛ اس لیے ان کے لیے بھی غیب کا کچھ نہ کچھ درجہ ہونا چاہئے، ورنہ تو ایمان بالغیب ہی نہ رہے گا۔

''اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ'' سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھی ایمان رکھتے ہیں، اور ''اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ'' سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے لیے بھی غیب پر ایمان رکھنا ضروری ہے، ہاں انبیاء کرام کو کئی چیزیں دکھائی جاتی ہیں؛ مگر اس کے باوجود بھی کئی چیزوں پر ایمان بالغیب ہی برقرار رہتا ہے۔

تفسیر ماجدی میں ہے:

پیغمبر چونکہ تمام دوسرے انسانوں سے دانا اور عالم ہوتے ہیں اور انکا دائرۂ ادراک و معرفت ساری مخلوق سے وسیع تر ہوتا ہے؛ اس لیے قدرت سے انہیں بے شمار ایسی مخفیات کا علم ہوتا ہے جو غیر انبیاء کے لیے تمام تر مجہول ہوتی ہیں؛ لیکن اس ساری وُسعت کے باوجود کہیں نہ کہیں کسی منزل پر پہنچ کر ان کے علم کی بھی انتہاء ہو جاتی ہے، غیب پر ایمان لانا تو آیت ''یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ'' میں متقین کی سب سے پہلی شرط بیان کی گئی ہے، اب اگر خدا نخواستہ کسی کو غیب ہے ہی نہیں تو وہ ایمان کس چیز پر لائے گا۔ (خلاصۂ کُھسن: ص ر۲۱)

انبیاء کرام تو متقی ہی نہیں؛ بلکہ متقیوں کے سردار اور پیشوا ہوتے ہیں، ان کا ایمان بھی اگر مغیبات و مخفیات پر نہ ہوگا تو کس کا ہوگا؟

لہٰذا اب اگر کہا جائے کہ نبی سے غیب کچھ بھی نہیں تو ان کو بندوں، متقیوں کی صفوں سے نکالنا ہوگا اور ان کی بہت بڑی توہین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۲۵) وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ

(سورۃ بقرہ، پ:۳، آیت:۲۵۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ اس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لاسکتے، سوائے اس بات کے کہ جسے وہ خود چاہے۔

اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

المراد بعلمه العلم المختص به وهو علم الغيب فهم لايحيطون بشيئ من علم الغيب.

یعنی آیت میں ''مِنْ عِلْمِهٖ'' سے مرادِ علمِ غیب ہے جو اللہ کے ساتھ خاص ہے،

انسان علمِ غیب میں سے کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ (مظہری: ج ر۱، ص ر۳۹۴)
تفسیر کبیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

والمراد أنه تعالٰی عالم بکل المعلومات والخلق لایعلمون کل المعلومات، بل لایعلمون منها إلا القلیل.

یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم اور جاننے والا ہے، اور جہاں تک مخلوق کا تعلق ہے پس وہ تو تمام معلومات کو نہیں جانتے؛ بلکہ کچھ ہی معلومات کو جانتے ہیں۔ (کبیر: ج ر۷، ص ر۱۲)
معالم التنزیل میں علّامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

یعنی لایحیطون بشیئ من علم الغیب
یعنی مخلوق علمِ غیب میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتا۔ (بغوی: ج ر۱، ص ر۳۱۲)
تفسیر ابن کثیر میں علّامہ اسماعیلؒ لکھتے ہیں:

أي: لایطلعون علی شیئ من علم ذا ته و صفاته إلا بما أطلعهم الله علیه.

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علم کے بارے میں کسی شئ پر بھی مخلوق بذاتہٖ مطلع نہیں ہوسکتی، سوائے ان چیزوں کے جن پر اللہ تعالیٰ مطلع کردیتے ہیں۔
(ابن کثیر: ج ر۱، ص ر۶۸۰)

تفسیر درّ منثور میں علّامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

لایعلمون بشیئ من علمه. (درّ منثور: ج ر۳، ص ر۱۸۹)
تفسیر خازن میں علّامہ علاء الدین علی الخازن لکھتے ہیں:

والمعنٰی أن أحداً لایحیط بعلومات الله تعالٰی.
یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کا کوئی بندہ احاطہ نہیں کرسکتا۔
(تفسیر خازن: ج ر۱، ص ر۱۹۰)

احادیثِ مبارکہ سے دلائل

(۱) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ کُنْتُ مُتَّکِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ. قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ.......وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ وَاللهُ يَقُوْلُ: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ . قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ وَاللهُ يَقُوْلُ: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ .

ترجمہ: حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اے ابوعائشہ! تین باتیں ایسی ہیں جو شخص ان تینوں میں سے کسی ایک کا قائل ہو تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے۔ مسروق کہتے ہیں، میں نے کہا: وہ تین باتیں کیا کیا ہیں؟ تو فرمایا: (ایک یہ ہے کہ) جو یہ کہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے (شبِ معراج میں) تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے...... (دوسری بات یہ ہے کہ) جو یہ کہے کہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ میں سے کچھ بھی چھپایا ہے تو اس نے بھی اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسول! ''آپ ان تمام چیزوں کو پہنچا دیجیے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف اُتاری گئیں اور اگر ایسا نہیں کیا تو آپ نے اپنی رسالت کو مکمل طور پر پہنچایا۔ (تیسری بات یہ ہے کہ) جو یہ کہے کہ آپ علیہ السلام آئندہ کل پیش آنے والی چیزوں کی خبر دیتے ہیں تو اس نے بھی اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے محمد! آپ کہہ دیجیے خبر نہیں رکھتا جو کوئی آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی، مگر اللہ تعالیٰ''۔ (بخاری: ج/۲، ص/۲۰۷، مسلم: ج/۱، ص/۹۸)

تجزیہ: اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں کہ ''جو یہ کہے کہ آپ ﷺ آئندہ پیش آنے والی چیزوں کو جانتے ہیں تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے''۔

علّامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وأما علم الغیب فما أحد یدعی لرسول اللہ ﷺ أنہ کان یعلم منہ إلا ما علم.

''جہاں تک علمِ غیب کی بات ہے، کوئی بھی شخص آپ ﷺ کے لیے علمِ غیب کا دعویدار نہیں ہے، سوائے ان علوم کے جو آپ ﷺ کو سکھلائے گئے (وحی کی گئی)''۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ فَجَاءَ سَيِّدُهُ يُرِيدُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيهِ. فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدُ حَتّٰى يَسْأَلَهُ أَعَبْدٌ هُوَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: کہ ایک غلام آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ نے اس سے ہجرت پر بیعت لی اور آپ ﷺ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ غلام ہے، پس اس غلام کا آقا اُسے لینے کے لیے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بیچ دیجیے، تو آپ علیہ السلام نے اس غلام کو دو کالے غلام کے بدلے میں خرید لیا پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام کسی سے بھی اس وقت تک بیعت نہیں لیتے تھے جب تک کہ آپ ﷺ پوچھ نہ لیتے کہ وہ غلام ہے (یا آزاد)۔ (ترمذی: ج/۱، ص/۲۳۴)

تجزیہ: اِس حدیث سے معلوم ہوا آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ غلام ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ عالم الغیب ہوتے تو لوگوں سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ غلام ہے یا آزاد۔

(۳) عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ غَدَاةَ بُنِيَ بِي فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِدُفُوفِهِنَّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِلٰى أَنْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ. فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْكُتِي عَنْ هٰذِهِ وَقُولِي الَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ قَبْلَهَا

ترجمہ: حضرت ربیّع بنت معوذؓ فرماتی ہیں: کہ جس دن میرا شبِ زُفاف ہوا اسی دن کی صبح آپ علیہ السلام میرے گھر پر تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح سے بیٹھے (شاگرد سے کہا) جس طرح سے تم میرے سامنے بیٹھے ہو اور چند بچیاں جو میرے پاس تھیں وہ اپنا دُف (طبلہ) بجا کر جنگِ بدر میں میرے آباء وغیرہ کے قتل کیے جانے والوں کے بارے میں مرثیہ پڑھ رہی تھیں، یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ ”ہمارے پاس ایک ایسے نبی ہیں جو کل کے حالات کو جانتے ہیں“ (یہ سن کر) آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: بس! اِس طرح مت کہنا اور اس سے پہلے جو کہہ رہی تھی اس کو کہو (يعلم مافي غد کو مت کہو)۔ (ترمذی: ج ر ۱، ص ر ۲۰۷)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی صراحتاً معلوم ہو رہا ہے کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ ان بچیوں کو اس سے منع نہ کرتے، حالانکہ خود آپ ﷺ منع کر رہے ہیں۔

چنانچہ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: إنما منعهن عن ذالک کراهة أن يسند إليه عليه السلام علم الغيب مطلقاً ولا يعلم الغيب إلا الله.

یعنی آپ علیہ السلام کی طرف علمِ غیب کو منسوب کرنے کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے منع کیا۔ (حاشیہ ۱۱، ج ر ۱، ص ر ۲۰۷، ترمذی)

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند منع کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: منع اس لیے کیا کہ اس کا مضمون ٹھیک نہیں تھا؛ کیونکہ آئندہ پیش آنے والے احوال بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ سورۂ لقمان، آیت: ۳۴ میں مذکور ہے: آپ غیب کی جو بات بتاتے تھے وہ اللہ

کے بتانے سے بتاتے تھے، آپ کو غیب کا علم نہیں تھا، اور دوسرے شعر ٹھیک تھے، ان میں قابلِ اعتراض کوئی بات نہیں تھی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کو پڑھنے کی اجازت دی۔

(تحفۃ الالمعی: ج/۳، ص/۵۰۶)

(۴) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لاَ أَدْرِيْ مَا قَدْرُ بَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ وَأَشَارَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ.

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: مجھ کو معلوم نہیں کہ تم میں کب تک زندہ رہوں گا، لہٰذا تم لوگ ان دونوں شخصوں کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے، اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ابن ماجہ: ص/۱۰)

تجزیہ: اِس حدیث میں تو صاف صاف فرمارہے ہیں کہ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان کب تک رہوں گا۔

(۵) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّيْ لَأَنْقَلِبُ إِلٰى أَهْلِيْ فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلٰى فِرَاشِيْ ثُمَّ أَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً فَأُلْقِيْهَا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر میں جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں اور اس کو کھانے کے ارادہ سے اُٹھالیتا ہوں، پھر میں یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ زکوٰۃ کی ہو تو میں اس کو رکھ دیتا ہوں اور نہیں کھاتا۔ (مشکوٰۃ، بخاری: ج/۱، ص/۳۲۸)

تجزیہ: معلوم ہوا آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ کھجور زکوٰۃ کی ہے یا نہیں؟

(۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، أَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلاَحَ وَاللهِ مَا وَضَعْنَاهُ، فَاخْرُجْ إِلَيْهِمْ. قَالَ فَإِلَى أَيْنَ. قَالَ هٰهُنَا، وَأَشَارَ إِلَى بَنِيْ قُرَيْظَةَ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: جب جناب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اُتار دیے ہیں؟ ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک اُتارے نہیں، ادھر ان کی طرف چلئے، آپ نے فرمایا کدھر؟ انہوں (جبرئیل) نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر؛ چنانچہ آپ ﷺ (لشکر کے ساتھ) ادھر بنوقریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔ (بخاری: ج/۲، ص/۵۹۰)

تجزیہ: اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا، ورنہ آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ ہم کو خندق سے فارغ ہو کر بنوقریظہ کی طرف جانا ہے، تو نہ آپ ہتھیار اُتارتے اور نہ غسل فرماتے اور نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے إلی أین؟ سے سوال کرنے کی ضرورت پڑتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو اگر جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ کو حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت خوات بن زبیرؓ کو مدینہ میں بنوقریظہ کے اپنے معاہدے کو علانیہ طور پر فسخ کرنے کی خبر کے بعد واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔

(۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: جب خیبر فتح ہوا تو آپ علیہ السلام کو (ایک یہودی عورت نے) دعوت دی، اس نے بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا تھا (آپ نے اور آپ کے ساتھی بشر بن براء دونوں نے ایک دو لقمہ کھایا تھا کہ زہر نے آپ علیہ السلام کو بتا دیا کہ اس میں زہر ہے)۔ (بخاری: ج/۲، ص/۶۱۰)

چنانچہ حضرت بشرؓ کھانے کے بعد اپنے ربِّ حقیقی سے جا ملے، فتوفی أصحاب الذین أکلوا من الشاۃ. (مشکوٰۃ: ص/۵۴۲)

یہی نہیں؛ بلکہ اس زہر کا اثر آپ علیہ السلام کو بھی ہوا تھا؛ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَاعَائِشَةُ مَاأَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ.

یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: آپ علیہ السلام اپنے مرض وفات میں یہ فرمایا کرتے تھے: اے عائشہ! میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلودہ گوشت کھایا ہے، اس کی تکلیف میں برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری رگِ جان کٹ رہی ہے۔ (بخاری: ج/۲، ص/۶۳۷)

تجزیہ: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ یہ المناک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور آپ کو پہلے ہی سے اس یہودی عورت کی اِس ناشائستہ حرکت کے بارے میں معلوم ہوجاتا اور بے گناہ صحابی شہید نہ ہوتے۔

(۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا تو اس نے واپسی پر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں تو آپ نے فرمایا: کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں؟ عامل نے کہا: نہیں حضرت! بخدا ہم تو اس عمدہ قسم کی ایک صاع کھجور کو رڈی قسم کی دو صاع کھجور کے عوض اور

اسی طرح عمدہ قسم کی دو صاع کھجور کو رَدّی قسم کی تین صاع کھجور کے عوض لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرنا۔ (بخاری: ج ۲، ص ۶۰۹)

تجزیہ: اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ آپ کو خیبر کی کھجوروں کا ضرور علم ہوتا، حالانکہ بریلوی حضرات کے بقول آپ کو ذرّہ ذرّہ اور ہر درخت کے ایک ایک پتہ کا علم ہے، پھر یہاں آپ کو کھجوروں کا علم کیوں نہ ہوا؟

(۹) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اطَّلَعَ رَجُلٌ مِنْ جُحْرٍ فِيْ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهٖ رَأْسَهٗ فَقَالَ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِيْ عَيْنِكَ إِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر کے دروازہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکا اور آپ ﷺ اپنے سر مبارک کو ایک چھڑی سے کھجلا رہے تھے، (جب آپ نے اس کو دیکھا جھانکتے ہوئے) تو فرمایا: کہ اگر میں جانتا کہ تُو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں ضرور تیری آنکھ میں چوکا مارتا، اور آپ نے فرمایا: کہ اجازت لینے کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ کسی کے گھر میں نگاہ نہ پڑے۔

(بخاری: ج ۲، ص ۹۲۲، مشکوٰۃ: ص ۳۰۵، ترمذی: ج ۲، ص ۱۰۰)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ آپ پہلے سے اس شخص سے متعلق جان لیتے کہ وہ جھانک رہا ہے، حالانکہ آپ کو معلوم نہ ہوا کہ وہ جھانک رہا ہے؛ اس لیے اظہارِ ناراضگی فرمایا۔

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِيْ فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ ...... قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ. فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ہم کسی سفر (غزوۂ بنی مصطلق) میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ جب ہم مقامِ بیداء میں اُترے تو میرے پاس ایک ہار تھا وہ گر گیا؛ چنانچہ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ اس کو تلاش کرنے کے لیے وہاں ٹھہر گئے...... جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی، اُٹھایا تو دیکھا کہ ہار اس کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ (بخاری: ج/۲، ص/۶۶۳، وج/۱، ص/۴۸)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو علم جمیع ما کان وما یکون حاصل نہ تھا؛ کیونکہ اگر آپ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ کو ضرور ہار کے بارے میں علم ہوتا اور آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی، نہ آپ کے اصحاب کو وہاں ہار تلاش کرنے کے لیے روکے رہنے کی ضرورت پڑتی۔

(۱۱) عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَاللّٰهِ لَاأَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَاأَدْرِیْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَايَفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ.

ترجمہ: حضرت ام علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا میں اللہ کا رسول ہوں اس کے باوجود بھی میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ (مشکوۃ: ص/۴۵۶)

چنانچہ حضرت محشیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: والحاصل أنه يريد نفي علم الغيب عن نفسه فإنه ليس بمطلع عليه وأنه غير واقف.

یعنی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی ذات سے علمِ غیب کی نفی کرنا چاہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام علمِ غیب پر مطلع نہیں ہیں اور آپ اس سے واقف نہیں ہیں۔

(حاشیہ: ۶، مشکوۃ: ص/۴۵۶)

تجزیہ: یہاں بھی خود آپ ﷺ صاف صاف فرما رہے ہیں کہ میرا انجام مجھے خود معلوم نہیں ہے۔

(۱۲) عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا

فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ. قَالَ: أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوْا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ فَقَالَ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک کالی عورت مسجد میں رہتی تھی (مسجد میں جھاڑو دیتی تھی) رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک دن گم پایا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (وہ کہاں گئی؟) لوگوں نے جواب دیا کہ وہ تو انتقال کر گئی، آپ نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے کیوں اطلاع نہیں کی؟ راوی کہتے ہیں گویا کہ لوگوں نے اس عورت کے معاملہ کو ہلکا سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میری اس کی قبر پر رہنمائی کر دو، تو لوگوں نے آپ کی، قبر پر رہنمائی کی اور آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی، پھر فرمایا: کہ یہ قبریں مردوں پر اندھیری بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میرے ان پر نماز پڑھنے کی وجہ سے قبروں کو ان کے لیے روشن کر دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ص/۱۴۵)

تجزیہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ آپ کو اس عورت کی وفات کے بارے میں ضرور علم ہوتا اور اس کی قبر کہاں ہے، کس جگہ ہے یہ بھی ضرور معلوم ہوتا، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ نہ تو آپ کو اس کی وفات کا علم ہے اور نہ قبر کا؛ بلکہ قبر کی طرف لوگوں نے رہنمائی کی، تو معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا، یہی علمائے اہلِ سنت والجماعت علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے۔

(۱۳) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِيْ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللهُ لِيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حطیم میں تھا، کفارِ قریش مجھ سے میرے سفرِ معراج کے بارے میں سوال کرنے لگے، ان لوگوں نے مجھ سے بیت المقدس کی چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا، جس کو میں نے ضبط نہیں کیا، تو مجھے ان لوگوں کے سوالوں سے ایسی بے چینی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس طرح کی بے چینی نہیں ہوئی، فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اس بیت المقدس کو میرے سامنے لائے، جس کی طرف دیکھ رہا تھا اور کفار کے ہر سوال کا جواب دیا۔

(مسلم: ج/۱، ص/۹۶)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ آپ ﷺ بیت المقدس کو دیکھے بغیر پورا جواب کیوں نہیں دے پائے، حالانکہ خود آپ فرما رہے ہیں کہ: ''قریش کے اس سوال کا جواب دینے میں مجھے اِس قدر پریشانی ہوئی کہ اس طرح کی پریشانی اس سے پہلے مجھے کبھی نہیں ہوئی'' اور اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی کو اس طرح دُور کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا، آپ نے دیکھ دیکھ کر سب سوالوں کے جواب دیے۔ الغرض! معلوم ہوا کہ آپ عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ آپ کو اس قدر پریشانی کا سامنا کرنا نہ پڑتا اور نہ اللہ تعالیٰ کو ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو سامنے لائیں؛ نیز اس حدیث سے آپ علیہ السلام کا حاضر وناظر نہ ہونا بھی معلوم ہو رہا ہے؛ کیونکہ اگر آپ ﷺ بیت المقدس میں بھی حاضر رہتے تو جواب دینے کی کیا پریشانی؟ اور پھر کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سامنے کر دیں۔

(۱۴) عَنْ أَيَاسٍ عَنْ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَتٰى تَقُوْلُ السَّاعَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: غَيْبٌ لَايَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ: (ایک شخص نے آکر آپ علیہ السلام سے چند سوالات کیے ان میں سے ایک یہ بھی ہے) اس شخص نے کہا کہ قیامت کب آئے گی؟

تو آپ ﷺ نے جواب دیا یہ تو غیب میں سے ہے اور غیب کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ (ازالۃ الریب بحوالہ مستدرک: ج/۱، ص/۷)

تجزیہ: اس میں بھی خود آپ ﷺ نے جواب دیا کہ غیب تو صرف اللہ جانتا ہے نہ کہ میں۔

(۱۵) عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ أَخْفَاهَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ.

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ قیامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کب واقع ہوگی اس کی معین تاریخ کو فرشتوں اور تمام انبیاء سے بھی مخفی رکھا ہے (کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے)۔ (ازالۃ الریب بحوالہ ابن کثیر: ج/۳، ص/۱۴۴)

(۱۶) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهٖ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِيْنِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِيَ لَهُ بِذٰلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا.

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے اپنے کمرہ کے دروازے کے سامنے لوگوں کو جھگڑا کرتے ہوئے سن کر ان کی طرف آ کر فرمایا: بیشک میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور میرے پاس مقدمہ لے کر لوگ آتے ہیں، شاید تم میں سے بعض دوسرے کے مقابلہ میں فصیح اللسان ہوں گے جو بات کو واضح اور صاف طریقے سے بیان کر سکتا ہو، پس میں اس کی اس طرح کی بات سن کر یہ گمان کر بیٹھوں کہ یہی سچا ہے اور فیصلہ اس کے حق میں کر دوں، (سن لو) جس کے حق میں، میں دوسرے کسی مسلمان بھائی کے خلاف فیصلہ کر دوں تو وہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے، تم چاہو تو اس ٹکڑے کو لو یا چھوڑ دو۔ (ترمذی: ج/۱، ص/۲۴۸، بخاری: ج/۱، ص/۳۳۲، مسلم: ج/۲، ص/۷۴)

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

إنما أنا بشر أي كواحد من البشر في عدم علم الغيب.
''کہ میں (آپ ﷺ) بھی علمِ غیب نہ جاننے میں انسانوں کی طرح ہوں''۔
(فتح الباری: ج/۱۲، ص/۴۲۰)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: اتٰی به ردًّا علٰی من زعم أن من كان رسولًا كأنه يعلم كل الغيب.

آپ ﷺ ''إنما أنا بشر'' کا جملہ اس لیے لائے تاکہ اس شخص کی تردید کریں جو یہ سمجھتا ہے کہ جو بھی رسول ہوگا وہ تمام غیب کو جانے گا۔

اسی طرح علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لأن الله عزوجل استأثر بعلم الغيب، وادعى هٰذا علمه، ولأن رسول الله ﷺ قضى بما سمع، وأخبر أن قد يكون غيبهم غير ظاهرهم.

نیز علّامہ سندیؒ لکھتے ہیں:

أي لا أعلم من الغيب إلا ما علمني ربي كما هو شأن البشر.
یعنی میں غیب میں سے وہ بات جانتا ہوں جو مجھے میرا رب بتاتا ہے، جیسا کہ انسان کی شان ہے۔ (حاشیہ علی النساء: ج/۱، ص/۲۶۱)

تجزیہ: اِس حدیث سے اور محدثین کے مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب، جمیع ما کان وما یکون کے عالم نہیں تھے، ورنہ آپ کو فیصلہ کرنے میں کبھی بھی اشتباہ اور تردد نہ ہوتا، مخاصمین چاہے جس انداز میں بھی بات کو سمجھائے اور زبان جس طرح بھی ہو، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(۱۷) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ ...... فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ

وَلاَ أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلاَّمُ الْغُيُوبِ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہم کو تمام اُمور میں استخارہ کا طریقہ سکھاتے تھے، جس طرح قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے، جب تم میں سے کسی کو اہم معاملہ پیش آئے تو دو رکعت نماز پڑھ لے، پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ...... آپ ہی قادر ہیں نہ کہ میں اور آپ ہی جانتے ہیں نہ کہ میں اور آپ ہی علام الغیوب ہیں۔ (بخاری: ج ر ۲، ص ر ۹۴۴)

تجزیہ: اِس حدیث میں تو خود آپ اقرار کر رہے ہیں کہ إِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ.

(۱۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَاعَةٍ يَأْتِيْهِ فِيْهَا فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ وَفِيْ يَدِهٖ عَصًا فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهٖ وَقَالَ مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلَا رُسُلُهٗ ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ هٰهُنَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ فَجَاءَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتَنِيْ فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ فَقَالَ مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: جبرئیل امین نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ ایک معین وقت میں آپ کے پاس آئیں گے؛ چنانچہ جب وہ مقررہ وقت آیا تو جبرئیل امین نہیں آئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، اس کو پھینک دیا اور فرمایا: نہ تو اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اس کے بھیجے ہوئے وعدہ خلافی کرتے ہیں، پھر جب آپ متوجہ ہوئے تو اچانک تخت کے نیچے ایک پلّہ (کتے کا بچہ) دیکھا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اے عائشہ! یہ یہاں کب داخل ہوا؟ عائشہؓ نے فرمایا: مجھے تو معلوم نہیں کب آیا؛ چنانچہ آپ ﷺ نے اس پلّہ کو نکالنے کا حکم دیا، تو اس کو گھر سے نکال دیا، اس کے بعد جبرئیل امین تشریف لائے، آپ ﷺ نے کہا: آپ نے مجھ سے وعدہ کیا، میں آپ کے آنے کے

انتظار میں بیٹھا رہا؛ لیکن آپ نہیں آئے، تو جبرئیل امین نے جواب دیا مجھے آنے سے اس کتے نے روکا جو آپ کے گھر میں (تخت کے نیچے تھا) کیونکہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتے اور تصویر ہوتے ہیں۔ (مسلم: ج/۲، ص/۱۹۹)

تجزیہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ آپ کو تخت کے نیچے کتے کا پلّہ ہونے کا علم ہوتا اور جبرئیل امین کے نہ آنے کی وجہ بھی معلوم ہوتی، حالانکہ آپ ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ تخت کے نیچے کتّے کا پلّہ ہے اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کب اندر آیا اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جبرئیل کے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟

(۱۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا الخ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک خادم رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ اہلِ مدینہ گھبرا اُٹھے تو آپ ﷺ ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر (آپ مدینہ منورہ کے باہر رات میں دیکھ بھال کے لیے آئے آپ نے کسی قسم کا کچھ بھی خطرہ محسوس نہیں کیا، کما فی روایۃ اخریٰ) جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا: کہ میں نے تمہارے اس گھوڑے کو تیز رفتار پایا۔ (بخاری: ج/۱، ص/۴۰۱)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے؛ کیونکہ اگر عالم الغیب ہوتے تو ضرور صحیح صورتِ حال سے واقف ہوتے اور رات ہی میں مدینہ کے باہر دیکھ بال کے لیے جانے کی ضرورت نہ ہوتی، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہوا؛ نیز اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام حاضر و ناظر بھی نہیں ہیں، ورنہ آپ کو مدینہ کے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی، جبکہ آپ وہاں بھی حاضر ہیں۔

(۲۰) عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعِينَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ

يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک حاجت کے لیے (جن کو حضور ﷺ نے ابو براء عامر بن مالک کے کہنے پر اسلام کی دعوت کے لیے ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا) ستّر اصحاب کو جو قرّاء کے نام سے مشہور تھے بھیجا؛ چنانچہ جب یہ اصحابِ رسول ایک کنواں جس کو بئر معونہ کہا جاتا ہے اس کے پاس پہونچے تو قبیلۂ بنو سلیم کی شاخ رعل اور ذکوان نے حملہ کرنے کے لیے روکا، اصحابِ رسول نے فرمایا: قسم بخدا ہمارا تم سے قتال کرنا مقصد نہیں ہے، ہم تو صرف رسول اللہ ﷺ کی ایک حاجت کے لیے آئے تھے؛ چنانچہ ان کمبختوں نے ان نفوسِ قدسیہ کو شہید کر دیا اور آپ ﷺ نے ان کمبختوں کے لیے فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک بددعاء کی تھی۔ (بخاری: ج/۲، ص/۵۸۶)

دوسری روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ستّر قراء کے قتل ہونے پر ایک مہینہ تک قنوت پڑھی اور اتنے غمگین ہوئے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: اس سے پہلے کبھی بھی اس طرح غمگین ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ (بخاری: ج/۲، ص/۱۷۳)

تجزیہ: اِس سے بھی معلوم ہوا آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ پہلے سے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ ان ستر قراء اور نفوسِ قدسیہ کو یہ لوگ قتل کر دیں گے اور ان کو وہاں ہرگز نہ بھیجتے۔

(۲۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ

بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰی إِذَا كَانُوْا بِالْهَدَةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ...... ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا إلخ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے دس اصحاب کو جاسوس بنا کر بھیجا (دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان کو جاسوس بنا کر نہیں بھیجا؛ بلکہ قبیلۂ عضل وقارہ کے لوگوں کے کہنے پر آپ ﷺ نے ان سات اصحاب کو شرائعِ اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا۔ انعام الباری: ص ر ۱۲۱) ان میں حضرت عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر کیا، جب یہ اصحابِ رسول عسفان اور مکہ کے درمیان مقامِ ہداۃ پر پہنچے (تو ان کے ساتھ غدر کیا گیا، قبیلۂ ہذیل کو لا کر ان نفوسِ قدسیہ کو شہید کر دیا گیا اور بعض کو قید کر کے مکہ میں لے جا کر بیچ ڈالا، مقتولینِ بدر کے بدلہ میں قتل کرنے کے لیے بعض مشرکین نے ان کو خرید لیا۔ انعام الباری: ص ر ۱۲۲)...... حضرت خبیبؓ نے دربارِ خداوندی میں فریاد کی کہ اے اللہ! اپنے رسول کے پاس ہماری اِس خبر کو پہونچا دینا، کافروں نے اِن اصحابِ رسول کو تیر مارا حضرت عاصمؓ کو بھی شہید کر دیا۔

(بخاری: ج ر ۲، ص ر ۵۶۸)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا، ورنہ آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ قبیلۂ عضل وقارہ کے لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور ان کے کہنے پر آپ اپنے اصحاب کو ہرگز نہ بھیجتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے اصحاب بھی یہی جانتے تھے کہ آپ عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ یہ دعاء نہ کرتے کہ اے اللہ! اپنے رسول کو ہماری خبر پہونچا دینا، حالانکہ ان اصحاب نے با قاعدہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اس بات کی کہ ان کی خبر آپ ﷺ تک پہنچ جائے۔

(۲۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُوالْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلَّی اثْنَتَیْنِ أُخْرَیَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِہٖ أَوْ أَطْوَلَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے چار رکعت کی نماز میں دو رکعت پڑھا کر بھولے سے سلام پھیر دیا، تو حضرت ذوالیدین (خرباقؓ) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج سے نماز میں قصر کا حکم ہے یا آپ بقیہ نماز کو بھول گئے؟ حضور ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہے ہیں؟ (کہ میں نے نماز دو ہی رکعت پڑھائی) لوگوں نے جواب دیا جی ہاں! ٹھیک کہہ رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے مصلّٰی پر کھڑے ہوکر باقی دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیر کر سجدۂ سہو کیا۔ (بخاری: ج/۱، ص/۹۹)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ کو نماز میں غلطی ہونے کا علم ضرور ہوتا اور صحابی کی طرف سے تنبیہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ دوسرے لوگوں سے پوچھنے کی ضرورت پڑتی کہ کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہے ہیں؟

(۲۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ اشْتَکٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ شَکْوٰی لَہٗ فَأَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ فَوَجَدَہٗ فِیْ غَاشِیَۃِ أَھْلِہٖ فَقَالَ قَدْ قَضٰی فَقَالُوْا لَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَبَکَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إلخ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن عبادہؓ جب بیمار ہوئے تو آپ ﷺ حضرت سعدؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے،

جب آپ ﷺ حضرت سعدؓ کے قریب گئے تو دیکھا حضرت سعدؓ کے گھر والے حضرت کو گھیرے ہوئے ہیں، تو آپ نے پوچھا: کیا حضرت سعد انتقال کر گئے؟ لوگوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! نہیں، آپ ﷺ ان کا حال دیکھ رو پڑے الخ (بخاری: ج ۱ ص ۱۷۴)

تجزیہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ کو حضرت سعدؓ کی زندگی کے بارے میں ضرور معلوم ہوتا کہ اب تک سعد زندہ ہے انتقال نہیں ہوا اور لوگوں سے دریافت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہ پڑتی؛ چنانچہ محشیؒ لکھتے ہیں: أنه سأل أقد خرج من الدنیا وظن أنه مات. کہ آپ ﷺ کا سوال اس لیے تھا کہ آپ نے سمجھا وہ انتقال کر گئے تھے، کیا یہی عالم جمیع ما کان و ما یکون ہیں؟

(۲۴) جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ فَقَالَتْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ أُنْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے حضرت علیؓ کو گھر میں نہیں پایا، آپ نے فرمایا: تمہارا چچازاد بھائی (علیؓ) کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ گڑبڑ واقع ہوئی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر گھر سے نکل گئے، یہاں آرام بھی نہیں کیا، تو آپ نے کسی سے فرمایا حضرت علیؓ کہاں گئے تلاش کرنا، اس شخص نے واپس آ کر کہا یا رسول اللہ! وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں، یہ سن کر آپ مسجد تشریف لائے حضرت علیؓ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں،

ان کی چادر بدن سے گر جانے کی وجہ سے بدن میں مٹی لگ گئی، آپ نے مٹی کو ان کے بدن سے یہ کہتے ہوئے پوچھنا شروع کیا: اے مٹی والے اُٹھ جا! اے مٹی والے اُٹھ جا!۔

(بخاری: ج/۲،ص/۹۲۹)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا، ورنہ آپ کو یہ ضرور معلوم ہوتا کہ حضرت علیؓ کہاں گئے ہیں اور کیوں گئے ہیں؟

(۲۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَخِيلَةً أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا مَطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ إلخ

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب آسمان پر اندھیرا (بادل) دیکھتے تو آپ پریشان ہو کر گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر آتے جاتے تھے، جب بارش ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دُور ہو جاتی۔ (ترمذی)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ کبھی پریشان نہ ہوتے اور پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ اندھیرا عذاب کا ہے یا بارش کا۔

(۲٦) رَوَى الدَّارُقُطْنِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا أَنَّهُ ﷺ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ جُنُبٌ فَأَعَادَ وَأَعَادُوْا.

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جنبی ہونے کی حالت میں نماز پڑھائی (جب جنبی ہونے کے بارے میں معلوم ہوا) تو آپ نے بھی نماز کا اعادہ کیا اور لوگوں نے بھی اعادہ کیا۔ (حاشیہ مؤطا مالک: ص/۱۷)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ آپ کو اپنے بارے میں معلوم ہوتا کہ حالتِ جنابت میں ہیں یا نہیں، جنابت کی حالت میں ہرگز نماز نہ پڑھاتے۔

(۲۷) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ

بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ ؟ قَالُوا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مَنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، تاکہ آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں (نماز شروع کرنے سے پہلے) آپ نے پوچھا: کیا اِس میت پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں! تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر ایک اور جنازہ لایا گیا اس پر بھی یہی پوچھا: کہ اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے جواب دیا جی ہاں! اِس پر قرض ہے، تو آپ نے فرمایا: تم لوگ پڑھاؤ، نماز، حضرت ابوقتادہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! اِس کا قرض میرے ذمہ ہے (یعنی میں اداء کروں گا) تو آپ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (بخاری: ج/۱،ص/۳۰۶)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ ضرور یہ جان لیتے کہ اس پر قرض ہے یا نہیں اور لوگوں سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

(۲۸) عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ أَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنِّيْ أَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ قَالَ أَوَفَعَلْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِيْهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت میمونہؓ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے ایک باندی آزاد کردی تھی، آپ علیہ السلام سے اجازت لیے بغیر، جب حضرت میمونہؓ کی باری کا دن آیا تو آپ سے فرمایا: یارسول اللہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی باندی آزاد کردی تھی؟ آپ نے فرمایا کیا سچ میں ایسا ہی کیا تم نے؟ انہوں نے فرمایا

جی ہاں! تو آپ نے فرمایا یہ بات یاد رکھنا کہ اگر تم اس باندی کو اپنے بھائیوں کو دیتی تو تمہارے لیے اس سے بڑا اجر ہوتا، (جو اجر ابھی ملا ہے اس سے زیادہ اجر ملتا)۔

(بخاری: ج/۱،ص/۳۵۴)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ کو باندی کی آزادی کا علم ضرور ہوتا اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت میمونہؓ بھی یہی سمجھتی تھی کہ آپ تو عالم الغیب نہیں ہیں؛ اس لیے انہوں نے أشعرت یا رسول اللہ کہہ کر آپ سے پوچھا تھا، علمائے دیوبند بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا۔

(۲۹) ابن صیاد نامی لڑکا مدینہ منورہ کے یہودی کافر کا تھا، رسول اللہ ﷺ کو اس پر دجال ہونے کا شبہ تھا، اس لیے آپ علیہ السلام نے اس کو جانچا ارکہا: إِنِّیْ خَبَأْتُ لَکَ خَبِیًّا وَخَبَأَ لَهُ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. (تحفۃ الالمعی: ج/۵،ص/۶۲۱ تا ۶۲۲)

تجزیہ: اِس حدیث میں حضور ﷺ کے اُس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ کو یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ یہ دجال نہیں ہے، جانچنے پرکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

(۳۰) حدیثِ جبرئیل میں حضور ﷺ نے جبرئیل امین کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ الخ

ترجمہ: قیامت کے متعلق سوال کرنے والے اور جواب دینے والے دونوں علم میں برابر ہیں۔(عدم علم الساعۃ میں) (بخاری، مسلم ومشکوٰۃ)

علّامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں: والمراد التساوی في العلم بأن الله تعالیٰ تأثر بعلمها علی الوجه الأكمل.

مراد یہ ہے کہ سائل اور مسئول دونوں کا علم اس میں برابر ہے کہ قیامت کا علیٰ وجہ الاکمل والاتم علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ساتھ مخصوص کرلیا ہے۔ (روح المعانی: ج/۹،ص/۱۰۱)

تجزیہ: حدیث کے اِس ٹکڑے سے صرف یہ سمجھنا ہے کہ آپ ﷺ نے لاأعلم کے مختصر جواب میں ماالمسئول عنہا إلخ اتنے طویل جواب کو اختیار فرمایا، درحقیقت اس سے ایک قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس سوال کا جو بھی سائل ہوگا یا مسئول ہوگا سب کا یہی حال ہوگا۔

رضاخانی توجیہ:

بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم آپ ﷺ کو عطاء کیا گیا ہے اور ماالمسئول عنہا بأعلم من السائل سے چونکہ ان کے عقیدہ پر ضرب لگتی ہے؛ اس لیے جمہور سے ہٹ کر انہوں نے دوسری توجیہ کی۔

چنانچہ مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں: ''اس میں حضور ﷺ نے اپنے نہ جاننے کی نفی نہیں کی؛ بلکہ زیادتی علم کی نفی کی ہے، ورنہ تو فرماتے: لاأعلم اتنی دراز عبادت کیوں ارشاد فرمائی۔

اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اے جبرئیل! اِس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی خبر ہے، لہٰذا اس مجمع میں پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔

(جاءالحق: ص ر ۱۰۷)

مولانا محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: مسئول سائل سے أعلم نہیں ہے یعنی اے جبرئیل! قیامت سے تُو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں، تُو بھی جانتا ہے اور میں بھی جانتا ہوں۔ (مقیاس حنفیت: ص ر ۴۲۹)

جواب:

لیکن غور کرنے سے اس کا بطلان ظاہر ہوتا ہے کہ اگر آپ کو معلوم تھا تو پھر اس کے بعد آپ نے خمس لایعلمھن إلا اللہ إلخ کیوں ارشاد فرمایا اور سورۂ لقمان کی آخری آیت جس میں اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ مذکور ہے آپ نے کیوں تلاوت فرمائی؟

نیز نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ خود آپ ﷺ بھی جبرئیل امین کو نہیں پہچان سکے، تو پھر آپ ﷺ نے کیسے فرمایا کہ تم اور ہم قیامت کا علم رکھتے ہیں، یہ تو اس وقت کہنا صحیح ہوگا جبکہ آپ ﷺ پہچان لیتے۔

علّامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ما المسئول عنہا میں حضور ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام دونوں کا تساوی فی عدمِ العلم سے کنایہ ہے نہ کہ تساوی مطلق سے۔

(تنظیم الاشتات: ج/۱،ص/۳۶)

یہی بات ابن کثیر نے بھی فرمائی ہے: أي تساوی في العجز عن درک ذالک علم المسئول والسائل۔ (ابن کثیر: ج/۶،ص/۲۰۷)

(۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلٰى سُدَّتِهَا حَصِيْرٌ ...... فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ فَقَالَ إِنِّيْ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ إلخ

مطلب: اِس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک سال پورے رمضان کا اعتکاف کیا جب پہلا عشرہ پورا ہوا تو آپ نے فرمایا: میں نے شبِ قدر کی تلاش میں اعتکاف کیا تھا؛ مگر اس عشرہ میں شبِ قدر نہیں آئی؛ اس لیے میں آئندہ عشرہ کا اعتکاف کروں گا، جسے ٹھہرنا ہو ٹھہرے اور جسے جانا ہو جائے؛ چنانچہ کچھ لوگ چلے گئے اور کچھ نئے لوگ آگئے پھر دوسرے عشرہ کے ختم پر بھی یہی فرمایا کہ اِس عشرہ میں بھی شبِ قدر نہیں آئی اور میں آئندہ عشرہ کا اعتکاف کروں گا اور فرمایا: مجھے شبِ قدر کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ شبِ قدر کی ص، بح میں گارے میں سجدہ کروں گا اور یہ علامت ابھی تک نہیں پائی گئی، پھر اکیسویں شب میں بارش ہوئی مسجد چھپر کی تھی اور اس میں اندھیرا رہتا تھا، آپ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں چراغ نہیں جلا تھا الخ (مسلم: ج/۱،ص/۳۷۰، تحفۃ الالمعی: ج/۳،ص/۱۶۷)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان و ما یکون کا

علمِ غیب حاصل نہیں تھا، ورنہ آپ کو شبِ قدر کی متعینہ تاریخ ضرور معلوم ہوتی اور پورے مہینہ شبِ قدر کی تلاش میں اعتکاف کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں آپ ﷺ خود ہی فرما رہے ہیں کہ ''مجھے شبِ قدر کی یہ علامت بتائی گئی'' یہ نہیں فرمایا کہ مجھے معلوم ہے شبِ قدر کب ہے۔

(۳۲) أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ الَّذِىْ يُقَالُ لَهٗ سَيْفُ اللهِ أَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِىَ خَالَتُهٗ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا قَدِمَتْ بِهٖ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَلَّ مَا يُقَدِّمُ يَدَهٗ لِطَعَامٍ حَتّٰى يُحَدَّثَ بِهٖ وَيُسَمّٰى لَهٗ فَأَهْوٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ إِلَى الضَّبِّ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُوْرِ أَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدَّمْتُنَّ لَهٗ هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ ...... فَأَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَىَّ.

ترجمہ: حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ: میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت میمونہؓ کے حجرہ میں داخل ہوا تو اس وقت ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ رکھی ہوئی تھی، جس کو ان کی بہن حضرت خفیدہؓ نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں، تو حضرت میمونہؓ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کردی، جب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے اور آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا کرتے تھے، جب تک کہ آپ کو یہ نہ بتادیا جاتا کہ یہ کھانا کیسا ہے، تو جو حضرات ازواجِ مطہرات وہاں موجود تھیں ان میں سے کسی نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بتلادو یہ کیا ہے؛ چنانچہ حضرات ازواج نے فرمایا حضرت! یہ گوہ ہے، آپ نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، (صرف حضرت خالدؓ نے کھایا، آپ نے نہیں کھایا)۔ (بخاری: ج/۲، ص/۸۱۲)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اِس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وأنه كان لا يعلم من المغيبات إلا ما علمه الله.

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم ہوتی تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی تھی۔

(فتح الباری: ج/۹، ص/۸۳۲)

دوسری جگہ میں: ''وَكَانَ قَلَّ مَا يُقَدِّمُ يَدَهٗ لِطَعَامٍ حَتّٰى يُحَدِّثَ بِهٖ وَيُسَمّٰى لَهٗ'' کا فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: سبب السوال عنه ما كان يكثر الكون في البادية فلم يكن لهٗ خبرة بكثير من الحيوانات .... وربما اتوا به مشويا أو مطبوخا.

آپ اِس لیے پوچھتے تھے کہ آپ کو بہت سے حیوانات کے بارے میں معلومات نہ تھے اور لوگ دیہات سے مختلف قسم کے حیوانات کو کبھی بھون کر اور کبھی پکا کر لاتے تھے، جس سے آپ ﷺ فرق نہیں کر پاتے کہ کون کیسا ہے؛ اس لیے آپ پوچھ کر کھاتے تھے۔ (فتح الباری: ج/۹، ص/۶۶۸)

تجزیہ: اِس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو علمِ غیب کلی اور جمیع ما کان وما یکون کا علم محیط نہیں تھا، ورنہ حضور ﷺ کو خود ہی اس کا علم ہوتا کہ میرے سامنے گوہ پیش کی گئی ہے اور اب ابتدا ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے، اور ازواجِ مطہرات کو بھی معلوم ہے کہ آپ عالم الغیب نہیں ہے؛ اس لیے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی کہ ''اطلاع دو یہ کیا ہے جو آپ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی ہے''۔

(۳۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهٖ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهٖ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى إِلْقَائِكُمْ نِعَالَكُمْ قَالُوْا رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرِیْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَتَانِیْ فَأَخْبَرَنِیْ أَنَّ فِیْھِمَا قَذَرًا وَقَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُکُمْ إِلَی الْمَسْجِدِ فَلْیَنْظُرْ فَإِنْ رَأَی فِیْ نَعْلَیْہِ قَذَرًا أَوْ أَذًی فَلْیَمْسَحْہُ وَلْیُصَلِّ فِیْھِمَا۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ: ہم سب جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (جنگ میں) جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے کہ اچانک آپ نے جوتے اُتار کر بائیں طرف رکھ دیے، حضرات صحابہؓ نے بھی آپ کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اُتار دیے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: کہ تمہیں جوتے اُتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ تو حضرات صحابہؓ نے فرمایا: حضرت! ہم نے آپ کو جوتے اُتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اُتار دیے، تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو اس لیے اُتارے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھے آکر اِس بات کی خبر دی کہ میری جوتیوں میں نجاست لگی ہوئی ہے۔ الخ

(ابوداؤد: ج ۱، ص ۹۵، مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۷۳)

تجزیہ: اِس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہیں تھا، ورنہ آپ کو جوتے میں نجاست ہونے کا علم ضرور ہوتا اور جبرئیل امین کو کہنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ آپ کی جوتیوں میں نجاست ہے۔

(۳۴) حضرت عائشہؓ کا واقعہ ''اِفک'' جس میں صحابہ اور آپ علیہ السلام ہی نہیں؛ بلکہ پورا مدینہ طیبہ لرز گیا تھے، یہی نہیں؛ بلکہ بعض مخلص صحابہؓ بھی منافقین کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے۔ غور کرو، آپ علیہ السلام عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان وما یکون ہوتے تو یہ سب طوفان کیوں؟ اور آپ اتنے بے چین و پریشان کیوں؟

چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا وَأُسَامَۃَ حِیْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ یَسْتَأْمِرُھُمَا فِیْ فِرَاقِ أَھْلِہٖ ...... ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ! یَا عَائِشَۃُ فَإِنَّہٗ بَلَغَنِیْ عَنْکِ کَذَا وَکَذَا فَإِنْ کُنْتِ بَرِیْئَۃً فَسَیُبَرِّئُکِ اللّٰہُ وَإِنْ

كُنْتِ أَلْمَمْتِ فَاسْتَغْفِرِی اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ.

"یعنی جب پورے مدینہ میں یہ طوفان برپا ہو گیا اور ادھر منافقین اِس بات کو لے کر اُچھل کُود کرنے لگے اور جہاں جائیں وہاں اسی کا ذکر ہو رہا اور ادھر من جانب اللہ بھی کوئی صورتِ حال کی خبر نہیں آرہی، تو آپ علیہ السلام آخر مجبور ہو کر حضرت علیؓ اور حضرت اُسامہؓ کو بلا کر مشورہ کرنے لگے کہ تم لوگ کیا کہتے ہو کہ عائشہ کو طلاق دے دوں؟ اس کے جواب میں ان دونوں کو جو مشورہ دینا تھا دے دیا (مکمل واقعہ بخاری میں ہے) پھر آپ حضرت عائشہؓ کے پاس آکر غمزدہ ہو کر فرمانے لگے: عائشہ! تیرے بارے میں ایسی ایسی باتیں سننے میں آرہی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ دیکھو! اگر تم سے سچ مچ یہ فعل صادر ہوا ہے تو تم اقرار کر کے توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور اگر تم پروپیگنڈے میں سچی ہو تو عنقریب اللہ تیری برأت ظاہر کر دے گا الخ (بخاری: ج/۲، ص/۶۹۷)

تجزیہ: آپ غور سے سوچئے! اگر آپ علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو حضرت عائشہؓ کو جنگل میں اکیلے کیسے چھوڑتے اور کیا آپ حضرت علیؓ وغیرہ سے اِس بارے میں مشورہ کرتے؟ اور اگر علم جمیع ما کان وما یکون ہوتا تو کیا حضرت عائشہؓ کو طلاق دینے کی کبھی سوچنے پر مجبور ہوتے؟ اور اگر آپ علمِ غیب کلی رکھتے تو کیا آپ علیہ السلام حضرت عائشہؓ سے وضاحت طلب کرتے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں؛ بلکہ یہ سب اِس لیے ہوا کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے، اور اگر منافقین کے اس بہتانِ عظیم کا آپ ﷺ کو پہلے سے علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ وحی بھیج کر حضرت عائشہؓ کی بے گناہی ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

چنانچہ علّامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ: یہ گھٹاٹوپ طوفان اس وقت رُکا تھا جب اللہ کی طرف سے اعلانِ برأت ہوا۔ (عمدۃ القاری: ج/۲۵، ص/۷۹)

(۳۵) لإبن اسحاق أن ناقة النبي ﷺ فقال زيد بن اللصيت يزعم محمد أنه نبي ويخبركم عن خبر السماء وهو لايدري أين ناقته،

فقال النبي ﷺ: إن رجلا يقول كذا وكذا وإني والله لاأعلم إلاما علمني الله، وقد دلني الله عليها وهي في شعب كذا قد حبستها شجرة فذهبوا فجاءوه بها.

ترجمہ: ''مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی تو زید بن اللصیت نامی شخص اعتراض کرنے لگا کہ محمد تم لوگوں کو آسمان کی خبریں سناتا ہے اور اپنے آپ کو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ اس کو تو یہ بھی پتہ نہیں اس کی اونٹنی ہے کہاں؟ جب آپ ﷺ کو یہ خبر پہونچی، تو آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی اس طرح کی بات کر رہا ہے، لہٰذا تم لوگ سنو! کہ قسم بخدا میں خدا تعالیٰ کے بتائے بغیر کچھ بھی نہیں جانتا اور میں وہی جانتا ہوں جو پروردگار مجھے بتاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اونٹنی کے بارے میں بھی بتادیا کہ وہ فلاں جنگل میں درخت سے لٹکی ہوئی ہے؛ چنانچہ صحابہؓ جا کر لے آئے۔

(فتح الباری: ج ر ۱۳، ص ر ۴۵۰)

علّامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: فأعلم النبي ﷺ أنه لايعلم من الغيب إلاما علمه الله. کہ آپ ﷺ نے برسرِ عام اعلان کردیا کہ میں غیب کی وہی بات جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے بتادیتے ہیں۔ (حوالہ بالا)

تجزیہ: مذکورہ حدیث میں تو آپ ﷺ نے خود قسم کھا کر فرمادیا کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں، تو پھر بریلوی حضرات کس منہ سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ عالم الغیب ہیں۔

(۳۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوْا الْبَارِحَةَ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے جارہے تھے، تو فرمانے لگے کہ اِس کی تدفین کب ہوئی تھی؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ

گزشتہ رات کو، تب آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ صحابہؓ نے عرض کیا دراصل بات یہ ہے کہ اس کی تدفین رات کو ہوئی: اس لیے ہم نے گوارہ نہیں کیا کہ آپ کو نیند سے بیدار کریں؛ چنانچہ آپ اور صحابہ صف باندھ کر اُس قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ (امداد الفتاویٰ: ج/۱، ص/۳۲۷، بحوالہ شیخین)

تجزیہ: اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام جمیع غیب کو جاننے والے نہ تھے، ورنہ آپ اس صحابی کی تدفین کو جان لیتے، اسی طرح آپ عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ قبر کس کی ہے، صحابہؓ سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

(۳۷) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَایَخْشَعُ. (مشکوٰۃ)

مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں:

کیا کسی کو جرأت ہے کہ اس دعا کے عدمِ استجابہ کا تصور کرے، دعا کے ثانی جزء کا مقبول ہونا اظہر من الشمس ہے؛ بلکہ اس کا انکار کفر ہے۔ قَالَ اللّٰہ تعالیٰ: فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْکُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ. پس جملۂ اولیٰ کا مستجاب ہونا بھی متیقن ہے، نصوص سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے؛ کیونکہ جو چیز حضور ﷺ کے لیے لاینفع ہے وہ لاینبغی بھی ہے اور ایسے علم کی نفی قرآن میں ہے، فرمایا: وَمَاعَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَایَنْبَغِیْ لَہٗ.

پس ثابت ہوا آپ ﷺ کو "علم لاینفع" سے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہے، جب آپ کو "علم لاینفع" نہیں ہے تو آپ جمیع ما کان وما یکون کے عالم کیسے ہوئے؟

(احسن الفتاویٰ: ج/۱، ص/۲۰۴)

خلاصۂ بحث:

(۱) اگر آپ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا کلی علم حاصل ہوتا تو سورۂ منافقین کے ذریعہ نبی پاک ﷺ کو منافقین کی سازشوں سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔

(۲) آپ ﷺ کو معلوم ہوجاتا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر محض افواہ ہے۔

(۳) حضرت عائشہؓ کے واقعہ (افک) میں نبی پاک ﷺ اتنے زیادہ پریشان نہ ہوتے اور حضرت عائشہؓ کو بھی اطمینان ہوجاتا کہ نبی پاک کو میری پاکدامنی کا علم ہے۔

(۴) شہد والے واقعہ میں آپ ﷺ کی بیویاں منصوبہ نہ بناتیں؛ کیونکہ دونوں کو پتہ ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کو غیب سے اس کا علم ہوجائے گا۔

(۵) فرشتہ حوضِ کوثر پر آنے والے لوگوں کے بارے میں آپ سے یہ نہ فرماتے کہ: ''آپ ان کو نہیں جانتے، یہ آپ کے بعد دین میں نئی باتیں گھڑتے تھے''۔

(۶) ایک حبشیہ کو مسجد میں موجود نہ پاکر یہ نہ پوچھتے کہ فلاں صحابیہ کہاں ہے؟ اور اس کے بعد ہی اس کے انتقال کی خبر سن کر آپ ﷺ صحابہؓ سے یہ نہ فرماتے کہ تم نے مجھے اس کے انتقال کی خبر کیوں نہ دی؟

(۷) حضرت جبرئیلؑ کے وقت موعود پر نہ آنے کی وجہ معلوم ہوتی۔

(۸) یہودیہ لڑکی کا زہر ملا ہوا گوشت ہرگز تناول نہ فرماتے۔

(۹) بئر معونہ کے واقعہ میں اتنی بڑی اصحاب کی تعداد کو موت کے منہ میں نہ دھکیلتے۔

(۱۰) مسجد ضرار میں نماز پڑھانے کا وعدہ نہ کرتے۔

(۱۱) حضرت ابراہیمؑ کو بھی علم ہوتا کہ بیٹا ذبح نہیں ہوگا اور بیٹے کو بھی علم ہوتا کہ چھری نہیں چلے گی۔

(۱۲) آپ ﷺ کا ایمان ایمان بالغیب کا مصداق نہ بنتا۔

(۱۳) اور نہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت عمرؓ کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے رونے کی نوبت آتی۔

قارئین! میں نے آپ کے سامنے علماء دیوبند اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کی تائید میں حق بات کو واضح کرنے کے لیے ۳۷ دلائل احادیثِ مبارکہ سے پیش کردیے

ہیں، اِس بات پر کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ آپ ﷺ کا علوم رب الکریم کے علوم کے مساوی تھا۔ ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اب فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط؟

حضرات انبیاء کرام اور عقیدۂ علمِ غیب

(۱) تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ یہی تھا کہ عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان و ما یکون صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ قرآن شریف میں ہے:

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ (سورۃ مائدہ، پ:۷، آیت:۱۰۹)

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا، اور کہے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، پوشیدہ باتوں کا تمام تر علم تو آپ ہی کے پاس ہے۔

اِس آیت کی تفسیر کے تحت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفي رواية عن الحسن أن المراد لاعلم لنا كعلمك لأنک تعلم باطنهم ولسنا نعلم ذالک.

حضرت حسن سے مروی ہے کہ اِس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا علم آپ (باری تعالیٰ) جیسا تو نہیں ہے؛ کیونکہ آپ تو لوگوں کے باطنی احوال کو بھی جانتے ہیں اور ہم نہیں جانتے۔ (روح المعانی: ج/۵، ص/۷۹)

محی السنہ علامہ بغویؒ لکھتے ہیں: وقال ابن جريج: لاعلم لنا بعاقبة أمرهم وبما أحدثوا من بعد، دليله أنه قال "اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ" أي أنت الذي تعلم ما غاب ونحن لانعلم إلا مانشاهد.

یعنی ہمیں ان کے معاملے کے انجام کا علم نہیں اور نہ ان چیزوں کا علم ہے جو وہ بعد

میں نکالے ہیں ؛ کیونکہ ہم تو وہی جانتے ہیں جن کا ہمیں مشاہدہ ہے اور آپ وہ بھی جانتے ہیں جو پوشیدہ ہے۔ (معالم التنزیل: ج/۳، ص/۱۱۵)

(۲) آپ علیہ السلام اور عقیدۂ علمِ غیب:

خود آپ علیہ السلام کا عقیدہ اور آپ ﷺ خود یہی دعویٰ کرتے تھے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ میں؛ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ رَجُلًا يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أَعْلَمُ إِلَّا مَا عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ.

’’آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی میرے بارے میں ایسا ایسا کہہ رہا ہے (سنو!) قسم بخدا! میں صرف وہی جانتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں‘‘۔

(فتح الباری: ج/۱۳، ص/۴۵۰)

(۳) ازواجِ مطہرات اور عقیدۂ علمِ غیب:

آپ علیہ السلام کی تمام ازواجِ مطہرات بھی یہی اعتقاد رکھتی تھیں کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں؛ چنانچہ قرآن کریم میں واقعۂ شہد میں ہے:

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

(سورۃ تحریم، پ:۲۸، آیت:۳)

’’جب آپ ﷺ نے وہ (شہد کا واقعہ) بتلایا عورت کو بولی تجھ کو کس نے بتلادی یہ بات، فرمایا: مجھ کو بتائی اس خبر رکھنے والے واقف نے۔

(۴) حضرت عائشہؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

حضرت عائشہؓ بھی یہی اعتقاد رکھتی تھیں کہ آپ علیہ السلام عالم جمیع ما کان وما یکون نہیں ہے؛ چنانچہ جو آپ ﷺ کو عالم الغیب سمجھتے ہیں ان کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

من حدثک أن محمدا یخبر بمایکون في غد فقد أعظم علی اللّٰہ

الفریة واللّٰہ یقول: فلا یعلم من السمٰوات والأرض الغیب إلا اللّٰہ.

''جو یہ کہے کہ آپ علیہ السلام آئندہ کل پیش آنے والی چیزوں کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد! آپ کہہ دیجیے آسمان اور زمین کا غیب سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ (بخاری: ج/ ۲، ص/ ۷۲۰)

(۵) حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ کا بھی عقیدہ اور اعتقاد تھا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں؛ چنانچہ آپ ﷺ سے عرض کیا:

أشهد أنک رسول اللّٰه ما علمک الشعر وما ینبغي لک.

''میں اِس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا ہے اور نہ وہ آپ کے مناسب ہے۔ (درمنثور: ج/ ۱۲، ص/ ۳۷۴)

(۶) حضرت عمرؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

خلیفۂ ثانی حضرت فاروقِ اعظمؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام عالم جمیع ما کان وما یکون نہیں ہیں؛ چنانچہ جب آپ ﷺ ازواجِ مطہرات سے ایلاء کرکے ایک بالاخانہ میں تنہا تشریف فرما تھے، حضرت عمرؓ اور ابوبکر صدیقؓ وغیرہ تحقیقِ حال کے لیے تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے حضرت رباحؓ سے اجازت طلب کی، جب دو تین بار اجازت لینے پر جواب نہ ملا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

فإني أظن أن رسول اللّٰه ﷺ ظن أني جئت من أجل حفصة واللّٰه لئن أمرني رسول اللّٰه ﷺ بضرب عنقها لأضربنّ عنقها.

''کہ شاید حضور ﷺ یہ سمجھ بیٹھے کہ میں اپنی بیٹی حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں (اِس لیے اجازت نہیں دے رہے ہیں) قسم بخدا! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اِس بات کا حکم دیں کہ میں حفصہ کی گردن اُڑادوں تو یقیناً اُڑادوں گا۔ (مسلم: ج/ ۱، ص/ ۴۸۰)

(۷) حضرت علیؓ اور عقیدہ علمِ غیب:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے، آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں؛ چنانچہ سورۂ مؤمن کی آیت: ''مِنۡهُمۡ مَنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعث اللّٰہ عبداً حبشیا نبیا فھو ممن لم یقصص علیٰ محمد.

(روح المعانی: ج/ ۱۳، ص/ ۱۳۵)

(۸) حضرت ابن مسعودؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام ما کان وما یکون کے عالم نہیں تھے؛ چنانچہ سورۂ انعام کی آیت ''وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: أوتي نبیکم علم کل شيئ إلا علم مفاتیح للغیب.

کہ تمہارے نبی علیہ کو مفاتیح الغیب کے سوا تمام چیزوں کا علم دیا ہے۔

(معالم التنزیل: ج/ ۳، ص/ ۱۵۰، فتح الباری: ج/ ۸، ص/ ۳۷۰)

(۹) حضرت ابن عباسؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ کو علمِ غیب کلی حاصل نہیں تھا؛ چنانچہ سورۃ ابراہیم کی ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''بین إبراھیم وبین عدنان ثلاثون قرنا لایعلمھم إلا اللّٰہ'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عدنان تک تیس قرون کا واسطہ ہے، جن کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کون کون ہے۔ (معالم التنزیل: ج/ ۴، ص/ ۳۳۷)

(۹) حضرت ابن عمرؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب اور عالم جمیع

ما کان وما یکون نہیں تھے؛ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

عن عبداللہ بن دینار أنہ سمع أن ابن عمر یقول: قال رسول اللہ ﷺ: مفاتیح الغیب خمس لایعلمھا إلا اللہ.

(معالم التنزیل: ج ر ۳، ص ر ۱۵۰، روح المعانی: ج ر ۱۲، ص ر ۱۶۷، بخاری: ج ر ۲، ص ر ۱۰۹۷)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن بریدہ اور عقیدۂ علمِ غیب:

صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن بریدہؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف رب العالمین ہے؛ چنانچہ سورۃ اسراء کی آیت ''وَيَسْئَلُوْنَ عَنِ الرُّوْحِ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إن اللہ لم یطلع علی الروح ملکًا مقربًا ولا نبیًّا مرسلًا.

''کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقتِ روح کے متعلق نہ کسی مقرب فرشتے کو مطلع فرمایا اور نہ کسی نبی مرسل کو''۔ (معالم التنزیل: ج ر ۵، ص ر ۱۲۶)

(۱۱) حضرت خبیبؓ اور عقیدۂ علمِ غیب:

حضرت خبیبؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام جمیع ما کان وما یکون کے عالم نہیں تھے؛ چنانچہ جب قبیلۂ بنولحیان اصحابِ رسول اور خود حضرت خبیبؓ کو شہید کرنے لگے تو حضرت خبیبؓ نے دربارِ خداوندی میں فریاد کرتے ہوئے فرمایا:

أللّٰھم أخبر عنا نبیک ''اے اللہ! اپنے رسول کے پاس ہماری اِس خبر کو پہنچا دینا'' (بخاری: ج ر ۲، ص ر ۵۶۸)

(۱۲) امام ابوحنیفہ اور عقیدۂ علمِ غیب:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جمیع ما کان وما یکون کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے؛ چنانچہ خلیفۂ منصور عباسی کے خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا، جس میں خلیفہ منصور نے ملک الموت سے اپنی مدتِ عمر کے متعلق سوال کیا تو ملک الموت نے اپنی پانچ اُنگلیوں سے اشارہ کیا، فرمایا:

هو إشارة إلى هٰذه الآية فإن هٰذه العلوم الخمس لايعلمها إلا الله تعالىٰ.
''امام صاحب نے اُس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ اُنگلیوں سے اشارہ کرنے مطلب یہ ہے کہ یہ سورۂ لقمان کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔

(تفسیر مدارک: ص/ ۹۱۲، تفسیر مظہری: ج/ ۷، ص/ ۲۷۲)

ہماری منزل کا ہے وہ دشمن ہماری راہیں بگاڑتا ہے
کھلیں گے کچھ قدرتی شگوفے جب اپنے کانٹے وہ بو چکے گا

(۱۳) امام مالکؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام مالکؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جمیع ما کان و ما یکون کا عالم اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ علّامہ بغویؒ ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام مالکؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: وكان مالک بن أنس يكره أن ينسب الإنسان نفسه أبًا أبًا إلى أدم. وكذالک في حق النبي ﷺ لأنه لايعلم أولئک الآباء أحد إلا الله عز وجل.

(معالم التنزیل: ج/ ۴، ص/ ۳۳۷)

(۱۴) امام شافعیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام شافعیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جمیع ما کان و ما یکون کا عالم صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں: إن الله استأثر بعلم الغيب.
''کہ علمِ غیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کرلیا ہے''

(کتاب الام: ج/ ۲، ص/ ۲۰۳، از: خلاصۂ گلشن)

(۱۵) امام احمد حنبلؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے، اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

تبارک من لایعلم الغیب غیرہ ❖ ومن لم یزل یثنی علیه ویذکر

''یعنی وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور جس ذات کی تعریف اور ذکر ہمیشہ کیا جاتا ہے''۔

(اجتماع جیوش الاسلامیۃ: ص ر ۴۷۹)

(۱۶) امام بخاریؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام الحدیث حضرت امام بخاریؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم جمیع ما کان وما یکون صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ بخاری شریف میں انہوں نے ایک باب باندھا ہے کہ:

باب لایدري متی یجيءُ المطر إلااللّٰه عز وجل وقال أبوهریرة عن النبي ﷺ خمس لایعلمهن إلااللّٰه.

''یعنی بارش کب ہوگی یہ سوائے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ آپ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ: پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں''۔ (بخاری: ج ر۱، ص ر ۱۴۱)

(۱۷) امام قتادہ بن دعامہؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام قتادہؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

أشیاء إستأثر اللّٰه بهن فلم یطلع علیهن ملکًا مقربًا ولانبیًّا مرسلًا إلخ

''چند چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کر رکھا ہے کہ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی اور نہ کسی نبی مرسل کو''۔ (ابن کثیر: ج ر ۵، ص ر ۱۲۴)

(۱۸) امام سفیان بن عیینہؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام سفیان بن عیینہؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

ماکان في القرآن ''ماأدراک'' فقد اعلمه اللّٰه وماقال ''ومایدریک'' فإنه لم یعلمه. (بخاری: ج ر۱، ص ر ۲۷۰)

(۱۹) ابن بطالؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

ابن بطالؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جمیع ما کان و ما یکون کا عالم صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں: معرفة حقيقة الروح مما استأثر الله بعلمه بدليل هٰذا الخبر. کہ حقیقتِ روح کی معرفت ان چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔ (فتح الباری: ج/۸،ص/۵۱۴)

(۲۰) علّامہ قرطبیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

مفسر قرآن علامہ قرطبیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

الحكمة في ذالک اظهار عجز المرء لأنه إذالم يعلم حقيقة نفسه مع القطع بوجوده كان عجزه عن إدراک حقيقة الحق من باب الأولى.

''کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقتِ روح کو اپنے بندوں سے مخفی رکھنے میں حکمت یہ ہے، تاکہ اس سے بندے کے عجز اور کمزوری کا اظہار ہو اس طور پر کہ انسان اپنے ہی بارے میں اور اپنی ہی روح سے واقف نہیں الخ''۔ (فتح الباری: ج/۸،ص/۵۱۴)

(۲۱) جنید بغدادیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

جنید بغدادیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام جمیع ما کان و ما یکون کے عالم نہیں تھے؛ چنانچہ فرماتے ہیں: الروح استأثر الله تعالىٰ بعلمه ولم يطلع عليه أحدا من خلقه.

''روح کی حقیقت کو باری تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا''۔ (فتح الباری: ج/۸،ص/۵۱۵)

(۲۲) حافظ ابن حجرؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

جبال العلم محدثِ کبیر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم جمیع

ماکان وما یکون نہیں تھے۔ فرماتے ہیں:

وإن مفاتح الغيب لايعلمها أحد إلا الله سبحانهٗ وتعالیٰ.
''کہ مفاتح غیب (غیب کی کنجی) اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا''۔

(فتح الباری: ج/۸، ص/۳۷۰)

(۲۳) علّامہ بدر الدین عینیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

شارح بخاری علامہ عینی حنفیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے۔ فرماتے ہیں:

وأما علم الغيب فما أحد يدعي لرسول الله.
''آپ علیہ السلام کے لیے علمِ غیب کا کوئی بھی قائل نہیں ہے''۔

(عمدۃ القاری: ج/۲۵، ص/۸۷)

(۲۴) علّامہ آلوسیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علامہ محمود آلوسیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے۔ فرماتے ہیں:

وبالجملة علم الغيب بلاواسطة كلا أوبعضا مخصوص بالله جل وعلا لايعلم أحد من الخلق أصلا.

''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علمِ غیب بلاواسطہ خواہ کلی غیب ہو یا جزئی غیب ہو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، مخلوق میں کوئی بھی فرد بالکل نہیں جانتا''۔

(روح المعانی: ج/۱۱، ص/۲۰)

(۲۵) علّامہ قسطلانیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ قسطلانیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم جمیع ماکان وما یکون صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ سورۂ لقمان کی آیت ''وَلَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فلايعلم نبي مرسل ولاملك مقرب. (ارشاد الساری: ص/۱۰، ص/۳۶۴)

آگے لکھتے ہیں:

أن من لم یرسخ في الإیمان کان یظن ذالک کان یری أن صحة النبوة تستلزم اطلاع النبي علی جمیع المغیبات.

”کہ جس کے ایمان میں پختگی نہیں ہوتی وہ یہ خیال کرتا ہے کہ صحتِ نبوت کے لیے لازم ہے کہ نبی تمام مغیبات پر مطلع ہو“۔ (ارشاد الساری: ج/۱۰، ص/۳۶۵)

(۲۶) ابن تیمیہؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

شیخ الاسلام علّامہ ابن تیمیہؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

ولانعلم متی تکون الساعة، وتفصیل ماأعد اللّٰہ عز وجل لعبادہ لایعلمه ملک مقرب ولانبی مرسل بل ھٰذا من التأویل الذي لایعلمه إلا اللّٰہ تعالیٰ.

”کہ قیامت کب ہوگی یہ ہم نہیں جانتے وقوعِ قیامت کی جو تفصیل اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے تیار اور مہیا کر رکھا اس تفصیل کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل؛ بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جس کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا“۔ (حدیث النزول: ص/۱۰۸)

(۲۷) علامہ ابن قیمؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

ابن قیمؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف رب العزت ہے۔ فرماتے ہیں:

إنما یسألونه علیه السلام عن لایعارف إلا بوحي وذالک ھو الروح الذي عند اللّٰہ لایعلمه الناس.

”یعنی یہودی آپ علیہ السلام سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، جو بغیر وحی کے جانا نہیں جاتا، اور وہ روح ہے جس کی حقیقت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے انسان اس حقیقتِ روح کو نہیں جانتا۔ (روح المعانی: ج/۹، ص/۲۱۹)

(۲۸) علّامہ بغویؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام محی السنۃ علامہ بغویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم جمیع ما کان وما یکون صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ فرماتے ہیں: لأن اللّٰہ تعالیٰ استأثر بعلمه، ولا یعلمها إلا هو.
(معالم التنزیل: ج/۵، ص/۱۲۶، ج/۳، ص/۳۰۹)

(۲۹) امام رازیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام فخر الدین رازیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے، فرماتے ہیں:

والقدرة الكاملة والعلم المحيط ليسا إلا للّٰه تعالىٰ فالعبد كيف يحصل لهٗ هٰذه القدرة وهٰذا العلم.

"کہ قدرتِ کاملہ اور علمِ محیط یہ دونوں صرف اللہ کے پاس ہے، پس بندہ کے لیے یہ قدرت اور یہ علم کس طرح حاصل ہوگا"۔ (تفسیر رازی: ج/۱۵، ص/۸۸)

(۲۹) قاضی بیضاویؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

قاضی بیضاویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم جمیع ما کان وما یکون صرف اللہ ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

أما الذي لا دليل عليه فهو سبحانه وتعالىٰ العالم به لا غيره.

"کہ وہ غیب جس پر کوئی دلیل اور واسطہ نہ ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا"۔ (بیضاوی: ج/۱، ص/۸۱)

(۳۱) علّامہ نسفیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ نسفیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو بہت سی چیزوں کا علم نہیں ہے؛ چنانچہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا أدري متىٰ يكون يوم القيامة لأن اللّٰه لم يطلعني عليه.

''کہ قیامت کب ہوگی یہ مجھے معلوم نہیں؛ کیونکہ اللہ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی''۔ (تفسیر مدارک:ص/۷۲۰)

(۳۲) قاضی ثناء اللہ اور عقیدۂ علمِ غیب:

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علمِ کلی اور جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہیں ہے؛ چنانچہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

في هٰذه الجملة نفي علمه عليه السلام عن سبب تأخير العذاب.

''کہ اس جملہ میں عذاب کی تاخیر کے سبب کے متعلق آپ علیہ السلام کے علم کی نفی ہے''۔ (مظہری: ج/۶،ص/۱۷۱)

(۳۳) علّامہ ابن کثیرؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

صاحبِ ابن کثیر علامہ اسماعیلؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ ہی عالم الغیب ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی اس میں شریک نہیں؛ چنانچہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إنما نطلع علىٰ ظاهره لا علم لنا بباطنه وأنت عليم بكل شيئ.

''یعنی ہم تو صرف ظاہری اُمور پر واقف ہوتے ہیں اور باطنی اُمور کا ہمیں علم نہیں ہے، اور آپ تو ہر چیز کے جاننے والے ہو خواہ باطنی اُمور ہوں یا ظاہری اُمور''۔

(ابن کثیر: ج/۳،ص/۲۲۲)

(۳۴) علّامہ جلال الدین سیوطیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام جلال الدین سیوطیؒ کا بھی یہی عقیدہ تا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ چنانچہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ما أدري أقريب أم بعيد ما توعدون من العذاب وإنما يعلمه اللّٰه.

''یعنی مجھے معلوم نہیں کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دُور، اور اس کو صرف اللہ جانتا ہے''۔ (جلالین:ص/۲۷۸)

تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں: لایعلمون بشیئ من علمہ. (درمنثور: ج/۳، ص/۱۸۹)

(۳۵) امام نوویؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

شارح مسلم امام نوویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ انسان عالم الغیب نہیں ہوسکتا؛ بلکہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ فرماتے ہیں:

إن البشر لایعلمون من الغیب و بواطن الأمور شیئا إلاأن یطلعهم اللّٰه تعالیٰ علیٰ شیئ من ذالک.

"بشر غیب اور باطنی اُمور میں سے کچھ نہیں جانتا الایہ کہ اللہ تعالیٰ غیب اور باطنی امور پر مطلع کردے"۔ (شرح مسلم: ج/۲، ص/۲۴۷)

(۳۶) ملّا علی قاری اور عقیدۂ علمِ غیب:

ملّا علی قاری حنفیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے، فرماتے ہیں:

وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر بإعتقا أن النبي ﷺ یعلم الغیب.

"حنفیہ نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ نبی ﷺ غیب جانتے تھے کفر ہے"۔ (شرح الفقہ الاکبر: ص/۱۸۵)

(۳۷) علّامہ شہاب الدین خفاجی مصریؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ شہاب الدین خفاجی مصریؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جمیع ما کان وما یکون کے عالم اللہ ہے، نبی وہی جانتا ہے جو اللہ بتاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

من کراماته ﷺ في إخباره عن الغیب الذي اطلعه اللّٰه علیه الخ

(نسیم الریاض: ج/۴، ص/۱۴۶)

(۳۸) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

مسند الہند امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب ہونا صفتِ

خداوندی ہے، جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

أنه يجب أن ينفى عنهم صفات الواجب جلّ مجدهٗ من العلم بالغيب والقدرة على خلق العالم إلى غيرذالک وليس ذالک بنقص.

''یعنی مخلوقات سے صفاتِ خداوندی جیسے علمِ غیب اور قدرت کی نفی ضروری اور لازم ہے اور یہ کوئی نقص نہیں ہے''۔ (تفہیمات الٰہیہ: ج ر ۱، ص ر ۲۴، از خلاصہ گھمن، بحوالہ ازالۃ الریب: ص ر ۹۷)

(۳۹) علّامہ ابن ہمام اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ ابن ہمام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ ہے۔

(خلاصہ گھمن بحوالہ مشامرہ شرح المسایرہ فی العقائد: ص ر ۱۹۸)

(۴۰) شیخ العبد الحق محدث دہلوی اور عقیدۂ علمِ غیب:

محدث دہلویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں:

''وإنما علمها عند الله'' یعنی: از وقوع قیامت کبریٰ پرسید آں خود معلوم نیست وآنرا جز خدائے تعالیٰ نداند۔ (خلاصۂ گھمن بحوالہ اشعۃ اللمعات: ج ر ۴، ص ر ۳۷۷، ج ر ۳، ص ر ۳۹۲ باب صفۃ الصلاۃ)

(۴۱) شاہ عبد العزیزؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ فرماتے ہیں: انبیاء کے لیے علمِ غیب اور ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفات ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ یہ صفات اللہ کی ہیں۔ (تفسیر عزیزی: ج ر ۱، ص ر ۵۵)

(۴۲) شاہ عبد الغنیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

شاہ عبد الغنی مجددی و محدث دہلویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (دیکھئے: انجام الحاجۃ علیٰ ابن ماجہ: ص ر ۱۲)

(۴۳) علّامہ سندھیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ سندھیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صفتِ خداوندی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ فرماتے ہیں:

قولهٗ: ''إنما أنا بشر'' أي: لا أعلم من الغيب إلا بما علمني ربي كما هو شأن البشر.

''یعنی میں غیب کی وہی بات جانتا ہوں جو میرا رب مجھے بتاتا ہے جیسا کہ انسان کی شان ہے (کہ وہ غیب بذاتہٖ نہیں جانتا)''۔ (حاشیہ نسائی: ج/۲، ص/۲۶۱)

(۴۴) علّامہ اُصفہانیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ صدرالدین اصفہانیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

من ضروريات الدين أن علم الغيب مختص بالله تعالىٰ.

(ازالۃ الریب تفسیر بے نظیر: ص/۵)

(۴۵) امام طحاویؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام طحاویؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں:

وأصل القدر سر من الله في خلقه لم يطلع علىٰ ذالک ملک مقرب ولا نبي مرسل.

''یعنی تقدیر کی اصل یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ کا ایک راز ہے اس راز پر نہ کوئی مقرب فرشتہ واقف ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔ (عقیدۃ الطحاوی: ص/۱۷۴)

(۴۶) ابن نجیم مصریؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ ابن نجیم مصریؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ رب العزت ہے۔

فرماتے ہیں:

لوتزوج بشهادة الله ورسوله لاينعقد ويكفر لإعتقاده أن النبي ﷺ يعلم الغيب.

''کہ کوئی اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرے تو نکاح نہیں ہوگا؛ بلکہ اس کی تکفیر کی جائے گی وجہ اس کی یہ ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو عالم الغیب سمجھا''۔

(البحر الرائق: ج ر ۳، ص ر ۱۱۵، طبع: زکریا)

(۴۷) امام ابو منصور ماتریدیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام ابو منصور ماتریدیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

وإنما الغيب لايعلمه إلا الله. (تاویلات اہلِ سنت)

(۴۸) علّامہ محمد بن محمد البزازیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

علّامہ محمد البزازی صاحبِ ''فتاویٰ بزازیہ'' کا عقدہ بھی یہی تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔فرماتے ہیں:

تزوجها بشهادة الله ورسوله لاينعقد ويخاف عليه الكفر لأنه يوهم أنه عليه السلام يعلم الغيب ''وعنده مفاتح الغيب'' وماأعلم الله تعالى لخيار عبادة بالوحي أوالإلهام لم يبق بعد الإعلام غيباً.

(فتاویٰ بزازیہ: ص ر ۸۰، اتحاد)

(۴۹) امام حسن بن منصور المعروف بقاضی خان اور عقیدۂ علمِ غیب:

امام قاضی خانؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں۔فرماتے ہیں:

لأنه يعتقد أن الرسول يعلم الغيب وهو كفر.

(فتاویٰ قاضی خان: ج ر ۱، ص ر ۲۰۳، اتحاد)

(۵۰) امام عالم بن علائی حنفیؒ اور عقیدۂ علمِ غیب:

صاحبِ فتاویٰ تاتارخانیہ امام عالم بن علائیؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں۔فرماتے ہیں:

عن شیخ الإسلام الإمام أبي القاسم الصفار أنه قال: یکفر من فعله هٰذا لأنه اعتقد أن رسول الله ﷺ عالم الغیب.

(فتاویٰ تاتارخانیہ: ج/ ۴، ص/ ۳۸)

(۵۰) فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی لکھا ہے:

(دیکھئے: ج/ ۱، ص/ ۳۳۳، بحوالہ خلاصہ گھمن)

(۵۱) فقیہ الامت مفتی محمد یوسف تاؤلی اور عقیدۂ علمِ غیب:

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی استاذ دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم العالیہ نے درسِ مؤطا مالک میں فرمایا: ’’اگر آپ علیہ السلام کو عالم الغیب مانا جائے تو ’’وحی‘‘ کا انکار کرنا لازم آتا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں ’’وحی‘‘ کی ضرورت نہیں رہی، لہٰذا ثابت ہوا آپ عالم الغیب نہیں تھے‘‘۔

قارئین! یہ بطورِ نمونے انبیاء علیہم السلام سے لے کر علماء دیوبند تک کہ پچاس سے زائد بڑی بڑی ہستیوں کے عقائد آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں جو سب کے سب یہی فرماتے ہیں کہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، یہی عقیدہ علماءِ اہلِ سنت والجماعت علمائے دیوبند کا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علمائے دیوبند اہلِ سنت والجماعت کے مسلک پر قائم و دائم رکھے۔(آمین)

○❖○

ہمارے چند سوالوں کے جوابات

سوال:

(۱) غیب کس کو کہتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟
(۲) کیا ذاتی اور عطائی کی تقسیم نبی پاک ﷺ نے کی ہے؟
(۳) کیا ذاتی اور عطائی کی تقسیم صحابہ کرامؓ نے کی ہے؟
(۴) کیا ذاتی اور عطائی کی تقسیم بڑے بڑے فقہاء کرام میں سے کسی فقیہ نے کی ہے؟
(۵) کیا ذاتی اور عطائی کی تقسیم دنیا کے کسی محدث نے کی ہے؟
(۶) دنیا کی کونسی ایسی چیز ہے جو رب کی عطا کردہ نہیں ہے؟
(۷) دنیا کی دوسری چیزوں میں آپ ذاتی اور عطائی کی تقسیم کیوں نہیں کرتے؟ مثلاً اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق اور دنیا کی تمام مائیں عطائی خالق ہیں۔
(۸) تقریباً ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے نبی ﷺ کو عالم الغیب کہا ہے؟
(۹) کیا آپ ﷺ کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا یا عطائی تھا؟
(۱۰) کیا آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی؟
(۱۱) کیا قرآن کریم آپ ﷺ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟
(۱۲) کیا آپ کو احادیث اور احکامِ شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟
(۱۳) عالم الغیب صرف آپ علیہ السلام ہیں یا تمام انبیاء عالم الغیب ہیں؟
(۱۴) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالقِ کائنات تسلیم کرتا ہوں؛ مگر آنحضرت ﷺ کو عطائی طور پر الٰہ اور خالقِ کائنات مانتا ہوں تو کیا وہ مسلم رہے گا؟ اور اگر رہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر مسلمان نہیں، تو فرمائیں کہ اس

بے چارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب رسولِ کریم ﷺ کے لیے تو تسلیم نہیں کیا، پھر وہ کافر کیسے ہوا؟

(۱۴) اگر ایک شخص کہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت کا فیض اور ظل ہے، کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں؟

علم اللہ، علم الملائکہ اور علم الرسول میں فرق:

علم اللہ، علم الملائکہ اور علم الرسول میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جمیع ما کان وما یکون ہے اور فرشتہ و رسول کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ''وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ'' میں جو ''إِلَّا بِمَا شَاءَ'' ہے اس میں شامل ہے۔

چیونٹی کا سچا عقیدہ ہے کہ انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے:

قرآن کریم میں ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۸﴾ (سورۃ النمل، پ:۱۹، آیت:۱۸)

ترجمہ: یہاں تک کہ (سلیمان علیہ السلام) جب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم کو کچل ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

تجزیہ: چیونٹیوں میں چونکہ فرقہ پرست مولوی اور مفتی نہیں ہوتے؛ اس لیے ان کے عقائد بالکل صحیح ہوتے ہیں؛ چنانچہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں، انہیں معلوم بھی نہیں ہو سکے گا کہ وہ ہمیں اپنے پاؤں سے کچل دیں گے۔

قارئین! شروع کتاب سے لے کر یہاں تک قرآنِ کریم، احادیثِ رسول، اقوالِ

صحابہ، اقوالِ محدثین ومفسرین اور اقوالِ علماء وفقہاء سے یہ بات واضح اور منقح ہوگئی کہ آپ ﷺ عالم جمیع ما کان وما یکون نہیں ہیں، اس کا عقیدہ رکھنا شرکیہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ اتنے دلائل کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی؛ کیونکہ ہمارے موقف کو ثابت کرنے اور بریلوی حضرات کے موقف کو باطل کرنے کے لیے ایک ہی دلیل بھی کافی تھی اور وہ دلیل جزئی واقعہ کیوں نہ ہو؛ چونکہ شروع کتاب میں یہ بات آچکی تھی کہ بریلوی حضرات کا دعویٰ موجبہ کلیہ ہے اور قاعدہ ہے کہ موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ سے رفع اور دفع ہوجاتا ہے۔

اب ہم فرقۂ بریلوی کا مختصراً تعارف کرانے جارہے ہیں، تاکہ مزید معلومات میں اضافہ ہو۔

بانی فرقۂ بریلویت مولانا احمد رضا کا تعارف

پیدائش:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی، ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بانس بریلی میں ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء مطابق ۱۱ جیٹھ ۱۹۱۳ صدی کو پیدا ہوئے (ملفوظات اعلیٰ حضرت: ج؍۱، ص؍۱۲)

آپ کے خاندان کا تعارف:

آپ کا خاندان ہندوستان کے باشندگان میں سے نہ تھا؛ بلکہ غیر ملکی ہے؛ چنانچہ آپ کے خلیفہ مولانا ظفیر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کا سلسلۂ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عبد المصطفیٰ احمد رضا خان ابن حضرت مولانا نقی علی خان بن حضرت مولانا رضا علی خان بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خان بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت محمد سعید اللہ خان حضرت کے آباء واجداد قندھار کے مؤقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ (دیکھئے: حیات اعلیٰ حضرت: ج؍۱، ص؍۲)

مولانا احمد رضا خان بانی فرقۂ بریلوی کا نام:

مولانا محمد صابر نسیم بستوی لکھتے ہیں: حضور کا پیدائشی اسم گرمی محمد ہے، والدہ ماجدہ محبت و شفقت میں امّن میاں، والد ماجد اور دیگر اعزہ احمد میاں کے نام سے یاد کرتے تھے، جد امجد علیہ الرحمۃ نے آپ کا اسم شریف احمد رضا رکھا اور تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ھ ہے اور خود آپ نے اپنے نام کے اوّل میں عبدالمصطفیٰ لکھنے کا التزام فرما لیا تھا اور اسلامی دنیا میں آپ کو اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی سے یاد کیا جاتا ہے۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی: ص ۲۵-۲۶)

اولادِ احمد رضا:

احمد رضا خان صاحب کی کل سات اولاد ہیں، جن میں پانچ صاحبزادیاں اور دو صاحبزادہ ہیں ایک کا نام ہے مصطفیٰ رضا خان دوسرے کا نام ہے حامد رضا خان۔
(ماہنامہ المیزان بمبئی)

تعلیم:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کسی با قاعدہ عربی مدرسہ یا دار العلوم کے تعلیم یافتہ نہ تھے، آپ کی اکثر دینی تعلیم گھر پر ہی ہوئی تھی، آپ کے پہلے استاذ مرزا غلام قادر تھے ان کے بعد آپ اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے پڑھتے رہے، مولانا نقی علی خان بھی کسی معروف عربی مدرسہ یا دار العلوم کے فارغ التحصیل نہ تھے وہ بھی گھر میں پڑھتے رہے، نہ آپ نے کسی مدرسہ میں کبھی پڑھایا تھا، اس کے باوجود آپ نے احمد رضا خان کو تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل کر دیا اور آپ کو اس قابل کر دیا کہ بریلویوں نے آپ کو اسی عمر میں علوم وفنون کا ہمالیہ سمجھ لیا۔ (ہندو پاک کے فرقۂ بریلوی کا تحقیقی جائزہ)

احمد رضا خان صاحب کا علمی حلقوں میں تعارف:

خانپور کے بریلوی مدرسہ ''دار العلوم خانپور'' کے مفتی سراج احمد صاحب مولانا احمد رضا

کی ملکی شہریت کا پتہ دیتے ہیں کہ: ''افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال سے پہلے ان کا پتہ معلوم نہ ہوا''۔ (احمد رضا نمبر: ۱۸۷)

اِس سے ثابت ہوا کہ اس وقت تک طلباء کے حلقہ میں ان کا کوئی خاص تعارف نہ تھا، دو سال بعد تو آپ چل ہی بسے تھے، اب جتنی شہرت ہوگی وہ فوت شدہ کی ہوگی زندہ کی نہیں۔

حضرت الشیخ مولانا عبدالغنی صاحب شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں: ''علماء میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابلِ خطاب ہی نہ سمجھا تھا''۔ (الجنۃ: ص ر ۱۱۳)

مولانا ظفیر الدین صاحب لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا الخ''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ر ۱۲)

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی برابری کا دعویٰ:

ان سب نقص کے باوجود آپ کے معتقدین آپ کو حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں؛ چنانچہ فتاویٰ رضویہ کا ناشر اس کی جلد اوّل کے تعارف میں ایک فرضی نام سے بیان کرتا ہے: ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس فتاویٰ کو امام ابوحنیفہ نعمانؒ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے زمرے میں شامل فرماتے''۔

(فتاویٰ رضویہ: ج ر ۴، عرض ناشر مطبوعہ لائل پور)

نوٹ: بانی فرقۂ بریلویت کا یہ مختصراً تعارف مولانا الیاس گھمن حفظہ اللہ کی کتاب ''ہندو پاک میں فرقۂ بریلوی کا تحقیقی جائزہ'' سے اخذ کیا گیا ہے۔

علماء بریلوی کے چند کفریہ اشعار:

(۱)

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے ❖ جامِ کوثر کا پلا احمد رضا

تجزیہ: غور کیجیے! اصل ساقیٔ کوثر تو سرورِ انبیاء علیہ السلام ہیں؛ لیکن احمد رضا خان صاحب کے معتقدین یہ منصب سرورِ انبیاء ﷺ سے چھین کر آپ (اعلیٰ حضرت احمد رضا) کو دے رہے ہیں۔

(۲)

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کردے ❖ ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درو

تجزیہ: سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی کروڑوں درود کی مستحق ہے نہ کہ احمد رضا خان صاحب۔

(۳)

نکیریں آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

تجزیہ: نکیریں یہ سوال ہرگز نہیں پوچھیں گے وہ تو صرف پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیری کیا رائے ہے اس شخص (آپ علیہ السلام) کے بارے میں، اور جواب بھی بالترتیب یہی ہوگا، اللہ، اسلام اور سرورِ کائنات ﷺ۔
ان تینوں میں کسی جگہ بھی اعلیٰ حضرت احمد رضا صاحب کا نام ہرگز ذکر نہیں ہوگا۔

(۴)

وارثِ مصطفیٰ نائبِ مصطفیٰ عاشقِ مصطفیٰ احمد رضا
وقتِ مشکل کہو احمد یا رضا مشکل اُسی وقت ٹل جائے گی

تجزیہ: تمام مشکل کو حل کرنے والا تو باری تعالیٰ ہے نہ کہ احمد رضا خاں صاحب۔

(۵،۶،۷)

بھکاری آ رہے ہیں بھیک لینے ❖ رضا کے در سے باڑہ بَٹ رہا ہے
کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا ❖ چھوڑ کر آپ کا احمد رضا
گر مصیبت میں کوئی چاہے مدد ❖ دفع فرمادیں بلا احمد رضا

(۸)

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا ❖ جو دیا تم نے دیا احمد رضا

(۹)

دین و دنیا میں میرے بس آپ ہیں ❖ میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا

(۱۰)

قبر و نشر و حشر میں تو ساتھ دے ❖ ہو میرے مشکل کشا احمد رضا

(۱۱)

حشر کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو ❖ اپنے سائے میں چلا احمد رضا

(۱۲)

ستائے حشر میں گرمی مہر کی تپش ہم کو ❖ چھپالے تو ہم کو زیرِ رِدا سلام علیک

(۱۳)

دعاء ہے محبّ کی یارب رضائے احمد سے ❖ کہ وقت مرگ ہو لب پہ سلام علیک

(۱۴)

تیری تعظیم ہے سرکار عرب کی تعظیم ❖ تو ہے اللہ کا اللہ تیرا احمد رضا

تجزیہ: غور کیجیے! ان اشعار میں احمد رضا کو وہی مقام وعظمت دے دی، جو آپ علیہ السلام کو دینی چاہیئے تھی۔ (استغفر اللہ العظیم)

مذکورہ اشعار کو دیکھئے! (روح اعلیٰ حضرت کی فریاد: ص ر ۱۱ ناشر مکتبہ رضوی کتاب گھر، بحوالہ مداح اعلیٰ حضرت، نغمۃ الروح ماخوذ از شریعتِ مصطفیٰ اور اعلیٰ حضرت کا دین)

احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شوق کم ہوگیا:

بریلوی عالم لکھتے ہیں: ”میں نے بعض مشائخ کو کہتے سنا ہے، امام احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا“۔ (معاذ اللہ)

(وصایا شریف: ص ر ۲۴، مرتب حسنین رضا)

احمد رضا اپنے دَور کے ابوحنیفہ تھے:

ایک دوسرے بریلوی مصنف لکھتے ہیں کہ: امام احمد رضا اپنے دَور کے امام ابوحنیفہ تھے۔ (مقدمہ فتاویٰ رضویہ: ج/۵)

احمد رضا معجزات نبی ﷺ میں سے ایک معجزہ تھے:

لکھتے ہیں کہ: ''اعلیٰ حضرت معجزات نبی ﷺ میں سے ایک معجزہ تھے''۔

(بریلویت تاریخ وعقائد باحوالہ مقدمہ فتاویٰ رضویہ: ص/۲۱۰)

احمد رضا کا جنازہ فرشتوں نے اُٹھایا:

بریلوی عالم لکھتے ہیں کہ: ''جب امام احمد رضا صاحب کا جنازہ اُٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اُسے فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا ہے''۔

(انوار رضا: ص/۲۷۲، روحوں کی دنیا: ص/۲۲)

آپ علیہ السلام احمد رضا کی وفات پر ان کے منتظر تھے:

بستوی صاحب فرماتے ہیں کہ: امام احمد رضا کی وفات کے بعد ایک عرب بزرگ تشریف لائے، انہوں نے کہا:

''۲۵/صفرالمظفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی! خواب میں نبی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، دیکھا کہ حضور علیہ السلام جلوہ افروز ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضرِ دربار ہیں؛ لیکن مجلس پر ایک سکوت طاری ہے، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے، میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا ''فداک أبي وأمي'' کس کا انتظار ہے؟ فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے، میں نے عرض کیا، احمد رضا کون ہیں؟ فرمایا: ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں'' بیداری کے بعد مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا، میں ہندوستان آیا اور بریلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے، اور وہی ۲۵/صفران

کی تاریخِ وصال تھی۔ (بریلویت تاریخ وعقائد باحوالہ مقدمہ فتاویٰ رضویہ: ص ر ۲۱۰ بحوالہ: فتاویٰ رضویہ: ج ر ۱۲، ۱، المقدمہ: ص ر ۱۳، بستوی: ص ر ۱۲۱)

دارالعلوم دیوبند کیا ہے؟

❖ دارالعلوم ایک الہامی مدرسہ ہے جس کا منہاجِ تعلیم عین تعلیماتِ نبوی کے مطابق ہے اور اس کو وقت کے چند اہل اللہ نے تعمیر کیا اور جس کا سرمایہ ''توکل علی اللہ'' ہے اور جس کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت پر ہے اور جو انگریزوں کی حکومت میں اسلامی تشخص اور دینی تعلیمات کو ہندوستان میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً باقی رکھنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

❖ دارالعلوم دیوبند ان افکار کا دریا ہے جو سینۂ نبوت سے بہہ کر صحابۂ کرامؓ سے ہوتا ہوا ہندوستان میں ''شاہ ولی اللہؒ'' کے واسطے سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا یعقوبؒ کے ذریعہ دیوبند میں منتقل ہوا، جس کی نہریں ہندوستان و پاکستان کی سرحد سے نکل کر اقطاعِ عالم میں پھیل گئی، عالمِ اسلام کے تشنگانِ علوم بلاواسطہ یا بالواسطہ اس سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

❖ دارالعلوم دیوبند قرآن وسنت کی اس تعبیر کا نام ہے جو صحابۂ کرام اور تابعین عظام اور سلفِ امت کے ذریعہ ہم تک پہونچی ہے۔

❖ دارالعلوم دیوبند سیرت وکردار کی اس خوشبو کا نام ہے جو صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کی سیرت سے پھوٹی ہے۔

❖ دارالعلوم دیوبند جہد وعمل کا نام ہے، جس کا سہرا بدر و اُحد کے میدان تک پہونچتا ہے۔

❖ دارالعلوم دیوبند اس اخلاص وللّٰہیت، تواضع وسادگی، تقویٰ وطہارت اور حق گوئی و بے باکی کا نام ہے، جو تاریخِ اسلام کے ہر دَور میں علماءِ حق کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ (ایامِ قربانی تین دن یا چار دن)

کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رُک جاتے ہیں
اِس کاخِ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں

دیوبندیت کیا ہے؟

دیوبند الگ سے کوئی نیا مکتبِ فکر نہیں؛ بلکہ علماء دیوبند ان ہی عقائد وفروعات پر عمل پیرا ہیں جو قرآن وسنت یا ان سے مستنبط ہیں اور جن عقائد وفروعات پر امت ابتدا ہی سے عمل پیرا ہے، صرف اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لیے دیوبند کی طرف منسوب کی جاتی ہے، یہ ایسا ہے جیسے مکہ مدینہ، شام وغیرہ میں موجود مکی مدنی یا شامی وغیرہ؛ نیز علماء دیوبند ان تمام علماء اور فضلاء کو کہا جاتا ہے جن کا ذہن وفکر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی فکر ونظر سے چل کر حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے جڑا ہوا ہو اور بانیانِ دار العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ قدس اسرارہم کے ذوق ومشرب سے وابستہ ہو، خواہ وہ علماء دار العلوم دیوبند ہوں یا مظاہر العلوم سہارنپور یا پوری دنیا میں کہیں بھی ہوں، یہ سب کے سب علماء دیوبند کے عنوان کے نیچے آتے ہیں۔

(مستفاد از: اخلاص کا تاج محل دار العلوم: ص ۲۶ بحوالہ علماء دیوبند کا دینی رُخ)

دیوبندیت عناصرِ اربعہ کا مجموعہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں فرمایا: دیوبندیت چار اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے، جس شخص میں یہ چار اوصاف نہ ہوں، وہ کامل طور پر دیوبندی کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا، اوّلاً: اعتقاد کی پختگی، ثانیاً: اختلاف میں اعتدال، ثالثاً: تمسک بالسنۃ، رابعاً: توکل علی اللہ۔

(اخلاص کا تاج محل دار العلوم: ص ۲۵ بحوالہ تجلی مئی ۱۹۸۰ء)

مسلکِ دیوبند کیا ہے؟

اجمالی بات تو یہ ہے کہ دیوبندی نام ہے امحاءِ بدعت اور احیاءِ سنت کا، جب ہم اس کو تفصیل کے میدان میں لے جائیں گے، تو حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: کہ دارالعلوم دیوبند اور مسلکِ دیوبندیت نام ہے علمِ شریعت کا، مسلکِ دیوبندیت نام ہے پیر وطریقت کا اور مسلکِ دیوبندیت نام ہے اتباعِ سنت کا اور مسلکِ دیوبندیت نام ہے فقۂ حنفیت کا، مسلکِ دیوبندیت نام ہے کلاماً ماتریدیت کا، مسلکِ دیوبندیت نام ہے دفاعِ زیغ وضلالت کا، مسلکِ دیوبندیت نام ہے ذوقِ قاسمیت اور ذوقِ رشیدیت کا۔

ان سب چیزوں سے مل کر مسلکِ دیوبند بنتا ہے؛ چنانچہ حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں: دارالعلوم دیوبند، دیناً مسلم، فرقۃً اہلِ سنت والجماعت، مذہباً حنفی، مشرباً صوفی، کلامًا ماتریدی واَشعری، سلوکاً چشتی؛ بلکہ جامع السلاسل، فکراً ولی اللّٰہی، اُصولاً قاسمی، فروعاً رشیدی، نسبۃً دیوبندی۔ (اخلاص کا تاج محل: ص ۲۵، بحوالہ ترجمانِ دیوبند)

ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: فرانس میں ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا، دیوبندی کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا: دیوبندی ہونے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں: (۱) عشقِ الٰہی کی تپش سینے میں شعلہ زن ہو، (۲) تمام محدثات سے اجتناب اور توحیدِ خالص پر اعتماد ہو، (۳) نبی کریم ﷺ کی محبت تمام مخلوق کی محبت پر غالب ہو، (۴) زندگی کا ہر گوشہ اتباعِ سنت پر معمور ہو، (۵) دل میں علمِ دین کی اشاعت کی پوری لگن ہو۔ (مسلکِ علماءِ دیوبند: ص ۶)

علماءِ دیوبند کی عظمت غیروں کی زبانی

غیر مقلدین کے ایک عالم لکھتے ہیں: اگر چہ تقسیم کے تیز وتند آلہ نے برصغیر کے

دوٹکڑے کردیے؛ لیکن روحوں کا ملاپ اور قلوب کا اتصال ناقابلِ انفکاک ہوتا ہے، گزشتہ چند ماہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہا اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں کا انتقال ملتِ اسلامیہ کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اس برصغیر میں علامہ جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور جانشین تھے، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور جانشینِ صادق تھے، ان حضرات کا نظریہ تھا کہ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کا طاقتور حریف انگریز ہے؛ اس لیے انہوں نے اور ان کے رفقاء نے اپنی ساری قوتیں اس امر کے لیے وقف کردیں کہ انگریز کو اس ملک سے نکال دیا جائے، یہی وقت کا سب سے بڑا جہاد اور اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

(بحوالہ: علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف: ص/ ۶۵۵)

مٹ جائیں گے دیوبند کو مٹانے والے
اپنی موت آپ ہی مر جائیں گے دیوبند کو بدنام کرنے والے
اپنے ہی بغض کی آگ میں جل جائیں گے دیوبند سے جلنے والے
دیوبند تو زمانے سے ہے اور زمانے تک رہےگا (انشاءاللہ)
حق دبتا نہیں کسی کے دبانے سے
دیوبند بھی جھکتا نہیں کسی کے جھکانے سے

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم سب کو علماءِ دیوبند اہلِ سنت والجماعت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے جو کہ ما أنا علیه و أصحابی کا صحیح مصداق ہے۔ (آمین)

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

نور محبوب بن نور محمد اُرکانی (برما)
متعلم دارالعلوم دیوبند
۲۰/رمضان ۱۴۴۳ھ

آپ کے مطالعہ کے لئے چند اہم کتب

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Madani Market, Deoband, E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com
Mob: 9358911053 Ph: 01336-223460
website: www.deobandtody.com/sautul-quran

کتاب کا نام	مصنف کا نام	قیمت
احکام الاسلام	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	80-/
اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	80-/
ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	100-/
اذان واقامت کے فضائل ومسائل مع حوالہ	قاری ابوالحسن اعظمی	20-/
اسیرانِ مالٹا	حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ	80-/
اشرف الجواب	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	120-/
اصح السیر	حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات صاحب	120-/
اصلاحی خطبات	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	650-/
اصلاحِ خواتین مجلد	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	60-/
افاداتِ صدیق	حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ	80-/
الرحیق المختوم	حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری	130-/
العلم والعلماء	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	80-/
اللہ سے شرم کیجئے	حضرت مولانا سلمان صاحب منصور پوری	80-/
اللہ کو اپنا بنالو	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب	80-/
اللہ کو راضی کرلو	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب	60-/
اللہ کی تلاش	محمد ارسلان بن اختر میمن	60-/
اللہ کے عاشقوں کی عاشقی کا منظر	محمد ارسلان بن اختر میمن	60-/
اللہ والوں کی مقبولیت کا راز	حضرت مولانا سلمان صاحب منصور پوری	45-/
امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	قاری ابوالحسن اعظمی	45-/
انسانی دنیا پر مسلمانوں کا عروج وزوال	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	90-/
انقلابی مکالمے	جناب مولانا تفضیل عالم قاسمی	30-/

انوارِ مناسک	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب عثمانی	125-/
انوارِ نبوت	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب عثمانی	125-/
انوارِ رحمت	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب عثمانی	120-/
انوارِ رسالت	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب عثمانی	120-/
انوارِ ہدایت	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب عثمانی	120-/
اولاد کی پرورش کے بہترین اُصول	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	45-/
اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
آدابِ المتعلمین	حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ	20-/
آدابِ مباشرت	ڈاکٹر آفتاب احمد	60-/
آنسوؤں کا سمندر	حضرت مولانا امداد اللہ انور	60-/
آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول	ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی النیشاپوریؒ	90-/
بکھرے موتی مکمل سیٹ	حضرت مولانا محمد یونس صاحب	450-/
بوادر النوادر	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	150-/
بیانات برائے مستورات	مولانا افتخار صاحب	30-/
بیانات مولانا طارق جمیل	حضرت مولانا طارق جمیل احمد صاحب	380-/
بین الاقوامی نظامت وخطابت	عین الحق دانش	75-/
بیوی کے حقوق اور شوہر کی ذمہ داریاں	حضرت مولانا ہارون معاویہ	60-/
پاجا سراغِ زندگی	حضرت مولانا ابوالحسن ندوی	50-/
تاریخ اسلام اکبر شاہ	اکبر شاہ نجیب آبادی	200-/
تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	500-/
تاریخ ہند	حضرت مولانا مفتی محمد صاحب پالن پوری	70-/
تبلیغ بالیقین کارِ نبوت ہے	محمد احمد بن محمد یونس صاحب	100-/
تجلیاتِ رمضان	حضرت مولانا عبدالکریم صاحب	60-/
تحریک ریشمی رومال	حضرت مولانا محمد میاں صاحب	80-/
تحریکِ آزادی میں مسلم علماء اور عوام کا کردار	حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری	50-/
تحفۂ خواتین	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	120-/
تحفۂ دلہن	محمد حنیف صاحب	90-/

تعبیر الرؤیا کلاں	علامہ ابن سیرین	140-/
تقابل ادیان	حضرت مولانا بدر منیر محمد یوسف خان صاحب	60-/
تقلید اور مسلکی اختلاف کی حقیقت	حضرت مولانا محمد یحیٰ نعمانی ندوی صاحب	45-/
تقویۃ الایمان	حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید صاحبؒ	75-/
تلبیس ابلیس (علامہ ابن جوزی)	ترجمہ علامہ ابو محمد عبد الحق اعظمی	85-/
جنت کے حسین مناظر	حضرت مولانا امداد اللہ انور	100-/
جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں	حضرت رضی الدین احمد صاحب فخری	90-/
جوانی کو ضائع کرنے کے نقصانات 23X36	حضرت مولانا ارسلان بن اختر میمن	25-/
جواہراتِ فاروقی مکمل مجلد دو جلدیں	علامہ نیر احمد صاحب فاروقی	100-/
جہنم کے خوفناک مناظر	حضرت مولانا امداد اللہ انور	80-/
جی ہاں فقہ حنفی قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے مجلد	حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب	40-/
حدیث اور اہلِ حدیث	حضرت مولانا خورشید انور صاحب	140-/
حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات	قاری ابو الحسن اعظمی	60-/
حکایاتِ اولیاء اضافہ شدہ	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	90-/
حیاتِ صدیق	حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ	80-/
حیاء اور پاکدامنی	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
حیرت انگیز کارگزاریاں	حضرت مولانا طارق جمیل احمد صاحب	60-/
خطباتِ رمضان	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	80-/
خطباتِ گھمن مکمل ۳ جلد	حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب	130-/
خواتین کے فقہی مسائل	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	70-/
خواتین کے لئے تربیتی بیانات	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	70-/
خواتینِ اسلام کے کارنامے	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	50-/
درِ یتیم	جناب ماہر القادریؒ	60-/
دلچسپ حیرت انگیز واقعات	قاری ابو الحسن اعظمی	60-/
دوائے دل	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
دین کی باتیں غیر مجلد	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	35-/
دین کی باتیں مجلد (کلاں) 23×36	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	60-/

ذخیرۂ معلومات۔مکمل	محمد غفران	70-/
ذکرِ رسول	حضرت مولانا عبد الماجد دریابادیؒ	50-/
روح پرور حالات اور حیرت انگیز معلومات	قاری ابوالحسن اعظمی	45-/
سکونِ خانہ	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
سکونِ دل	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	50-/
سنت نبویؐ اور جدید سائنس ۳ جلد	حکیم محمد طارق چغتائی	250-/
سورہ یوسف کے ۱۰۱ فوائد	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	80-/
سیرت مصطفیٰؐ	حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ	200-/
سیرتِ عائشہؓ	سید سلیمان ندوی	70-/
سیرۃ النبی ﷺ (علامہ شبلی نعمانی) 20×30×8	علامہ شبلی نعمانی۔سید سلیمان ندوی	500-/
شوہر کے حقوق اور بیوی کی ذمہ داریاں	حضرت مولانا ہارون معاویہ	60-/
شہد کے کمالات	پروفیسر حکیم محمد طارق	80-/
طلبہ کے لئے تربیتی واقعات	حضرت مولانا محمد روح اللہ صاحب	60-/
عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں	علامہ ابن جوزیؒ	65-/
علم کے منفی اثرات	زاہد الکوثری	20-/
علمی حکایات ولطائف	قاری ابوالحسن اعظمی	45-/
علوم القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	90-/
عمل سے زندگی بنتی ہے	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
غیر مقلدین کے چھپن اعتراضا کے جوابات......	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب	45-/
غیر مقلدین الحاد کا دروازہ	محمد انور خان قاسمی بستوی	20-/
فرشتہ صفات	قاری ابوالحسن اعظمی	60-/
فیروز اللغات جدید کتابت۔ ۲۳×۳۶	مولوی فیروز الدین صاحب	140-/
قرآن اور سائنسی انکشافات	حضرت مولانا محمد ولی رازی	50-/
قصص الانبیاء اصحاب الصالحین	مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہارویؒ	90-/
کاتبینِ وحی	قاری ابوالحسن اعظمی	50-/
کتاب المسائل مکمل تین جلد	حضرت مولانا سلمان احمد منصور پوری	290-/
کتابوں کی درسگاہ میں	حضرت مولانا ابن الحسن عباسی	50-/

کتب سماوی اور قرآنِ محفوظ و مکتوب	قاری ابوالحسن اعظمی	20-/
کرنیں	حضرت مولانا ابن الحسن عباسی	70-/
کشکولِ حسن	قاری ابوالحسن اعظمی	50-/
گفتارِ خطابت	مفتی محمد انعام الحق صاحب	25-/
گناہوں سے کیسے بچیں؟	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
گھر جنت کیسے بنے؟	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
گھریلوں جھگڑوں سے نجات۔ جلد	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	50-/
متاع وقت کاروانِ علم	مولانا ابن الحسن عباسی	60-/
مثالی ازدواجی زندگی	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
مثالی ماں	حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی	60-/
مجرباتِ اکابر کلاں (دعاؤں کا مجموعہ)	محمد اسحاق ملتانی	90-/
محاضرات حدیث	ڈاکٹر محمد احمد غازی	100-/
محاضراتِ سیرت	ڈاکٹر محمد احمد غازی	100-/
محاضراتِ قرآن	ڈاکٹر محمد احمد غازی	100-/
محاوراتِ امثال عربی اردو	حضرت مولانا عبدالرشید صاحب	30-/
مخزن المفردات	حکیم کبیر الدین صاحب	90-/
مدارسِ بنات کی اہمیت وطالبات کیلئے درسِ ہدایت	مفتی حبیب نقش بندی	70-/
معارف الحدیث مکمل	حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ	500-/
مغفرت کی شرطیں	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
مقصدِ زندگی اردو اور ہندی	شبیر احمد	30-/
ملفوظات فقیہ الامت مکمل ۲ جلد	ارشادات حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ	230-/
موت کی تیاری	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	30-/
مولانا الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت	حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ	60-/
ندائے منبر و محراب ۸ جلدیں	حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ (پاکستان)	500-/
نقشِ حیات (سوانح)	حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ	150-/
نماز کے اسرار و رموز	حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	60-/
ہادیٔ عالم	حضرت مولانا ولی راضی	70-/